سیرت طیبہ

اردو ترجمہ سیرت ابن حبان

(۳)

مترجم: مختار احمد/سید محمد عثمان

ہجرت کا آٹھواں سال

احمد بن علی بن مثنی تمیمی موصل کے رہنے والے، عبدالواحد بن غیاث، حماد بن سلمہ نے قتادہ اور ثابت اور حمید سے، انہوں نے انس سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے میں ایک مرتبہ قیمتیں بہت بڑھ گئیں، لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے قیمتیں مقرر فرما دیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی روکنے والا اور کشادگی کرنے والا، قیمت مقرر کرنے والا اور رزق عطا فرمانے والا ہے، میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کروں گا کہ کوئی مجھ سے کسی جانی یا مالی زیادتی کے بدلے کا مطالبہ نہیں کر رہا ہوگا۔

ابو حاتم کہتے ہیں: اس سال کے آغاز میں مسلمانوں کے ہاں قیمتیں بڑھ گئیں تو لوگ آپ ﷺ کے پاس آئے کہ آپ قیمتیں مقرر فرمالیں، آپ ﷺ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے کے پیٹھ پیچھے باتیں نہ کرو، اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔ پھر فرمایا: اپنے بھائی کی بولی پر کوئی بولی نہ لگائے، کوئی شہری کسی دیہاتی کی طرف سے سامان نہ بیچے، لوگوں کو چھوڑ دو کہ ایک دوسرے کے لیے رزق کا سبب بنیں۔

آپ ﷺ نے سودہ بنت زمعہ کو طلاق دے دی۔ مغرب اور عشا کے درمیان وہ آپ کے راستے میں بیٹھ گئیں اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھ سے رجوع فرما لیجیے، اللہ کی قسم! مجھے مردوں کی حاجت نہیں، لیکن میں چاہتی ہوں کہ آپ کی ازواج میں اٹھائی جاؤں، میرا دن عائشہ کے لیے ہے۔ تب آپ ﷺ نے

ان سے رجوع فرمالیا۔

پھر زینب بنت رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوگیا، انہیں سودہ بنت زمعہ اورام سلمہ نے، جو آپ کی ازواج مطہرات تھیں، غسل دیا۔

آپ ﷺ نے غالب بن عبداللہ لیثی کوتقریباً دس افراد کے ہم راہ ایک سریے کے ساتھ بنی لیث کی طرف روانہ فرمایا، انہوں نے ان کے جنگ جوؤں کوقتل اوران کی عورتوں کو باندی بنایا، ان کی بھیڑ بکریاں اور مویشی ہانک کر مدینے لے آئے۔

شاہ عمان ابن جلندی کے دونوں بیٹوں جیفر اور عباد کی طرف آپ ﷺ نے عمرو بن عاص کو بھیجا۔ ان دونوں نے آپ ﷺ کی تصدیق کی اورآپ کے دین کا اقرار کیا۔ عمرو بن عاص نے انہیں ان کی زمینوں پر برقرار رکھااور مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا۔

آپ ﷺ نے منذر بن ساوی عبدی سے مصالحت فرمائی اور علا بن حضرمی کے ہاتھ انہیں یہ خط دے کرروانہ کیا، جس کا مضمون یہ تھا:

> بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ کے رسول محمد کی طرف سے منذر بن ساوی کے نام!
>
> تجھ پر سلامتی ہو، میں تمہارے سامنے اس اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، امابعد! تمہارا خط ملا اور تمہارے قاصد بھی، بے شک جس نے ہماری نماز کی طرح نماز پڑھی اور ہمارے قبلے کی طرف منہ کیا، وہ مسلمان ہے، اسے وہی حقوق حاصل ہیں جو ایک مسلمان کو حاصل ہوتے ہیں، جو دین اسلام قبول کرنے سے انکار کرے، اس پر جزیہ ہے۔

ان سے علا بن حضرمی نے اس شرط پر صلح کی کہ مجوس پر جزیہ ہے، نہ ان کا ذبیحہ کھایا جائے گا، نہ ہی ان کی عورتوں سے نکاح کیا جائے گا۔

آپ ﷺ نے کعب بن عمیر غفاری کو پندرہ افراد، جو قضاعہ سے تھے، کے ایک سریے میں بھیجا، جب یہ حضرات ذات اطلاح جو شام کی طرف مغار کے قریب واقع ہے، وہاں انہوں نے لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو دیکھا، انہیں اسلام کی دعوت دی، انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اور کعب کے تمام رفقا کو شہید کردیا، وہ خود جان بچا کر مدینے واپس آگئے۔

شجاع بن وہب کو ایک سریے میں آپ ﷺ نے نجد کی طرف بھیجا۔ یہ سریہ ۲۴ افراد پر مشتمل تھا،

انہوں نے دشمن پر اچانک حملہ کیا، اور بھیڑ بکریاں ہنکا کر لے آئے۔ ان کے لائے ہوئے مالِ غنیمت کے ۱۲ حصے بنے۔ ہر ایک کو آپ ﷺ نے ایک ایک اونٹ بہ طور ہدیہ دیا۔

آپ ﷺ نے زید بن حارثہ کو شام کے رخ پر واقع مؤتہ کی طرف بھیجا، انہیں اپنے ساتھی مسلمانوں کے ساتھ بھلائی کا حکم دیا، اور کہا: زید کو اگر نقصان پہنچے تو جعفر بن ابی طالب امیر ہوں گے، اور اگر جعفر بن ابی طالب قتل ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ لوگوں پر امیر ہوں گے۔

عام لوگ بھی ان کے ساتھ جانے پر تیار ہوئے، ان کے لشکر میں تقریباً تین ہزار افراد شامل ہوئے۔ یہ لشکر چلا اور شام کی سرزمین میں واقع معان میں پڑاؤ ڈالا۔ یہاں خبر پہنچی کہ ہرقل ایک لاکھ رومیوں کے ساتھ بلقا کی سرزمین پر مآب میں خیمہ زن ہے، مسلمان دو دن تک معان میں رہ کر غور و فکر کرتے رہے۔ عبداللہ بن رواحہ نے لوگوں کو جوش دلاتے ہوئے کہا کہ اے قوم! اللہ کی قسم! وہ چیز جو ابھی تمہیں اچھی نہیں لگ رہی، اسی کے لیے تم نکلے تھے (یعنی شہادت) ہم دشمنوں سے تعداد اور قوت کے اعتبار سے نہیں لڑتے، بل کہ اس دین کی خاطر لڑتے ہیں، جس کے ذریعے اللہ نے ہمیں عزت بخشی، چلو! دو اچھائیوں میں سے ایک ضرور مل کر رہے گی، غلبہ یا شہادت۔ لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! ابن رواحہ نے بالکل سچ کہا۔ یہ کہہ کر سفر کے لیے کمر بستہ ہو گئے۔

بلقا کے قریب پہنچتے ہی ہرقل کے لشکر سے آمنا سامنا ہوا، دشمن قریب ہوا تو مسلمان مؤتہ نامی گاؤں کی طرف آ گئے، یہاں مسلمانوں نے لشکر تیار کیا، میمنہ پر بنی عذرہ کے قطبہ بن قتادہ کو مقرر کیا، میسرہ پر بنی سعد بن ہریم کے ایک انصاری صحابی عبادہ بن مالک کو مقرر کیا گیا۔ عمومی جنگ کا آغاز ہوا تو شدید قتل و قتال ہوا۔ زید بن حارثہ پرچم نبوی تلے شہید ہو گئے۔

پھر یہ جھنڈا جعفر نے لیا اور معرکے کے وسط تک چلے گئے، اپنے شقرا گھوڑے پر سوار خوب قتال کیا اور شہید ہو گئے، ان کے جسم میں ۲۷ زخم آئے، یہ زخم تلواروں کے بھی تھے اور نیزوں کے بھی۔

بعد ازاں عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا لیا اور آگے بڑھے، وہ اپنے گھوڑے پر سوار تھے، یہ بھی قتال کے بعد شہید ہو گئے۔

ان کے بعد ثابت بن اقرم نے جھنڈا لیا اور کہا: اے مسلمانو! کسی کو اپنا امیر مقرر کرو، لوگوں نے کہا کہ تم بن جاؤ۔ کہا: میں یہ نہیں کر سکتا۔ مسلمانوں نے خالد بن ولید کو اپنا امیر چنا۔ خالد نے جھنڈا لیا، مسلمانوں کا دفاع کیا اور اسلامی لشکر کو کفار کے نرغے سے نکال لائے۔

آپ ﷺ نے جعفر بن ابی طالب، زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے اہل مدینہ کو ان کی موت کے بارے میں بتادیا، پھر کہا: آل جعفر کے لیے کھانا تیار کرو، کیوں کہ یہ خبر سن کر انہیں کھانے وغیرہ کا خیال نہیں رہے گا۔ خالد بن ولید مسلمانوں کو لے کر آئے تو آپ ﷺ نے ان کا استقبال فرمایا، تاہم عام مسلمان اور بچے اس لشکر پر مٹی پھینکتے ہوئے کہتے جاتے تھے کہ کیا تم نے اللہ کی راہ سے فرار اختیار کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ فرار ہونے والے نہیں، بل کہ کرار (دوبارہ پلٹ کر حملہ کرنے والے) ہیں۔ (۱)

آپ ﷺ نے عمرو بن عاص کو ذات سلاسل میں قضاعہ کی طرف بھیجا۔ عاص بن وائل کی والدہ قضاعہ سے تھیں۔ عمرو کو بھیج کر آپ ﷺ نے ان کی تالیف قلب کی کوشش کی۔ مہاجرین وانصار پر مشتمل دستے کے ساتھ عمرو روانہ ہوئے۔ پھر آپ ﷺ نے ابوعبیدہ بن جراح کو مہاجرین وانصار کے ہم راہ، جن میں ابوبکر وعمر بھی تھے، ان کی مدد کے لیے روانہ فرمایا۔

جب سب ایک جگہ جمع ہو گئے تو ابوعبیدہ اور عمرو بن عاص میں نماز کی امامت کے سلسلے میں اختلاف ہوا، مہاجرین نے عمرو بن عاص سے کہا: تم اپنے لوگوں کے امیر ہو اور ابوعبیدہ ہمارے امیر ہیں۔ عمرو بن عاص نے یہ بات ماننے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ تم تو بہ طور کمک آئے ہو۔ عمرو بن عاص نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا: جب اپنے ساتھیوں کے امیر بنو تو ان کو اپنی اطاعت پر مجبور کرو۔ تو تم نے اگر میری حکم عدولی کی تو میں تمہیں مطیع کروں گا۔ یہ سن کر ابوعبیدہ بن جراح نے سر تسلیم خم کر لیا۔

اب سارے مجاہدین عمرو بن عاص کی اقتدا میں نماز ادا کرنے لگے، اور یہیں پر وہ واقعہ پیش آیا کہ عمرو نے حالت جنابت میں نماز پڑھالی۔ جب آپ ﷺ کے پاس آئے اور انہیں بتایا گیا تو عمرو نے کہا: مجھے شدید ٹھنڈ لگی، اگر میں غسل کرتا تو مجھے موت کا ڈر تھا۔ یہ سن کر آپ ﷺ ہنس پڑے تو عمرو نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ ہی نے تو فرمایا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوٓا اَنْفُسَكُمْ (۲)

اور تم اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

اسی ماہ آپ ﷺ نے خزاعہ بن بدیل، بشر اور بنی عمرو کے سرداروں کے نام دعوتی خطوط ارسال فرمائے، انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔

آپ ﷺ نے سولہ آدمیوں پر مشتمل دستے کا ابوقتادہ کو امیر بنا کر غطفان کی طرف بھیجا۔ اس دستے

نے وہاں ایک رات بسر کی اور بہت سی بھیڑ بکریاں ان کے ہاتھ لگیں، جنہیں لے کر مدینے آئے۔

آپ ﷺ نے ابوعبید بن جراح کو ۳۰۰ مہاجرین وانصار کے ہم راہ جہینہ کی طرف روانہ فرمایا، انہیں زادراہ کے طور پر کھجور کا تھیلا دیا۔ راستے میں انہیں سخت بھوک لگی۔ شروع میں ابوعبیدہ ایک ایک مٹھی دیتے، بعد میں ایک ایک کھجور دینے لگے۔ پھر دریا نے عنبر نامی مچھلی اگلی، اسے یہ حضرات ایک ماہ تک کھاتے رہے، اس مچھلی کی ایک ہڈی لے کر ابوعبیدہ نے زمین میں گاڑی تو ایک آدمی اونٹ پر سوار ہو کر اس کے نیچے سے آسانی سے گزر گیا۔ جب آپ ﷺ کے پاس آئے تو ساری بات بتائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ رزق تھا، جسے اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمایا، کیا تمہارے پاس اس کا گوشت وغیرہ باقی ہے؟ اس لشکر کا نام جیش الخبط، یعنی پتے کھانے والا لشکر رکھا گیا، کیوں کہ بھوک کی شدت میں انہوں نے پتے بھی کھائے، یہاں تک کہ ان کے جبڑے اونٹ کے جبڑوں کی طرح ہوگئے۔

عمر بن خطاب نے آپ ﷺ سے مشورہ کیا کہ مجھے خیبر کی زمین سے زیادہ نفیس اور بہترین زمین نہیں ملی، اس کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: اگر تم چاہو تو اس کی ملکیت اپنے پاس رکھو اور اس کی آمدنی صدقہ کردو۔ عمر نے ایسا ہی کیا، یعنی ملکیت اپنے پاس اور آمدنی فقرا و مساکین پر صدقہ کردی، (یعنی نہ اسے بیچا جا سکتا ہے، نہ بہ طور ہدیہ دیا جا سکتا ہے، نہ یہ ترکے میں شمار کی جا سکتی ہے)، فقرا و مساکین سے بھی جو بچ جائے، اسے اللہ کی راہ میں اور مسافروں پر خرچ کیا گیا۔ اس زمین کا متولی اگر معروف طریقے سے اس سے لے تو کوئی حرج نہیں، اور اس کی آمدنی کا نفع بھی غربا میں تقسیم کردیا جائے اور اس میں سرمایہ کاری نہ کی جائے۔

بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ نے خزاعہ سے مکے کی نچلی سطح پر ان کے پانی کے مقام پر حملہ کر کے قتال کیا، آپ ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے مسلمانوں سے کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ گویا ابوسفیان تجدید عہد کے لیے آ رہا ہے۔ (۳)

بدیل بن ورقا مدینے میں تھا، مکے کی طرف لوٹتے ہوئے جب وہ عسفان پہنچا تو ابوسفیان کی اس سے ملاقات ہوئی، ابوسفیان کو قریش نے آپ ﷺ کی طرف تجدید عہد کے لیے روانہ کیا تھا، ابوسفیان نے اس سے کہا: اے بدیل! کہاں سے آ رہے ہو؟ کہا کہ میں خزاعہ کی طرف گیا تھا، ابوسفیان نے کہا: کیا محمد کے پاس سے گزر ہوا؟ کہا: نہیں۔ (۴)

یہاں سے نکل کر ابوسفیان مدینے آئے، اپنی بیٹی ام حبیبہ کے گھر میں داخل ہوئے، آپ ﷺ کے

بستر پر بیٹھنا چاہا تو انہوں نے اسے لپیٹ دیا، ابوسفیان نے کہا: اے بیٹی! مجھے نہیں معلوم کہ کیا تم نے بستر کو مجھ سے دور کیا یا مجھے بستر سے دور کیا؟ کہا: یہ اللہ کے رسول کا بستر ہے، اور آپ ایک مشرک اور ناپاک انسان ہیں، اس لیے مجھے اچھا نہیں لگا کہ آپ اللہ کے رسول ﷺ کے بستر پر بیٹھیں۔

ابوسفیان آپ ﷺ کے پاس آئے اور بات چیت کرنا چاہی تو آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ ابوبکر کے پاس آئے، ان سے درخواست کی کہ آپ ﷺ سے بات کریں، ابوبکر نے کہا: یہ میں نہیں کر سکتا۔ پھر عمر کے پاس آئے اور ان سے درخواست کی، عمر نے کہا: کیا میں تمہاری آپ ﷺ سے سفارش کروں؟ اللہ کی قسم! میرے ساتھ اگر چھوٹی چھوٹی چونٹیاں بھی ہوں تو انہیں لے کر تم سے جہاد کروں۔

یہاں سے مایوس ہو کر ابوسفیان علی بن ابی طالب کے پاس آئے، ان کے ساتھ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ اور ان دونوں کے ہم راہ حسن بھی تھے، جو زمین پر گھسٹ کر چلنے کی کوشش کر رہے تھے، ابوسفیان نے کہا: اے علی! تم رشتے میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہو، میں ایک حاجت لے کر آیا ہوں، اور ہرگز ایسے لوٹنا نہیں چاہتا جیسے آیا ہوں، حضور کے سامنے میری سفارش کرو۔ علی نے کہا: ہلاکت ہو تم پر اے ابوسفیان! آپ ﷺ جس امر کا عزم فرما دیں اس کے بارے میں ہم بات نہیں کر سکتے۔ ابوسفیان فاطمہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ کیا تم اپنے اس بیٹے کو حکم دے سکتی ہو کہ وہ عوام الناس کو امان دے دے اور یوں ہمیشہ کے لیے عرب کا سردار بن جائے۔ فاطمہ نے کہا: میرا بیٹا ابھی اتنا بڑا نہیں ہوا کہ سب لوگوں کو امان دے سکے (جس کی وجہ سے کوئی غزوہ مؤخر ہو)، ابوسفیان نے کہا: اے ابوحسن! میرے خیال میں میری مشکلات بڑھ رہی ہیں، تم مجھے کیا نصیحت کرو گے؟ علی نے کہا: اللہ کی قسم! میرے ذہن میں ایسی کوئی بات نہیں جو تمہیں نفع پہنچا سکے، تاہم اتنا کرو کہ لوگوں کے مجمع میں کھڑے ہو کر عمومی امان کا اعلان کر دو اور مکے چلے جاؤ۔ ابوسفیان نے کہا: تمہارے خیال میں مجھے اس سے کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ علی نے کہا: بہ خدا! مجھے نہیں معلوم۔

ابوسفیان نے مسجد میں کھڑے ہو کر اعلان کیا: اے لوگو! میں نے عوام الناس کو امان دی۔ یہ کہہ کر ابوسفیان چلے گئے۔

جب مکے میں قریش کے پاس آئے تو انہوں نے پوچھا: کیا خبر لائے؟ کہا: میں محمد کے پاس بات چیت کے لیے گیا تو بہ خدا! انہوں نے کوئی جواب نہ دیا، پھر میں ابن ابی قحافہ کے پاس گیا تو اس سے بھی کوئی بھلائی نہ پائی، پھر میں عمر کے پاس گیا تو اسے سخت ترین دشمن پایا، میں علی کے پاس گیا تو انہیں سب

سے نرم پایا، علی نے مجھے ایک مشورہ دیا اور میں نے اس پر عمل کر لیا، لیکن اللہ کی قسم! مجھے نہیں معلوم اس سے مجھے کوئی نفع پہنچ سکتا ہے یا نہیں؟ کہنے لگے: علی نے تمہیں کیا کرنے کا کہا؟ ابوسفیان نے جواب دیا: اس نے کہا کہ میں عوام الناس کو امان دوں، تو میں نے ایسے ہی کیا۔ لوگ کہنے لگے: کیا محمد نے اس کی اجازت دی؟ کہا: نہیں! کہنے لگے: او بدبخت! اللہ کی قسم! علی نے تمہارے ساتھ مسخرہ پن کیا ہے، بہ خدا! تمہارا یہ فعل تمہیں ذرہ بھر فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

آپ ﷺ نے مکے پر لشکر کشی کا عزم فرمایا، صحابہ کرام کو تیزی سے تیاری کا حکم دیا اور فرمایا: اے اللہ! جاسوسوں کو اور خبروں کو قریش سے روک دے۔

جب آپ ﷺ اور مسلمان مکمل تیاری کر چکے تو حاطب بن ابی بلتعہ نے قریش کے نام ایک خط لکھا، جس میں انہیں آپ ﷺ کے ارادے اور عزم کے بارے میں بتایا گیا، مزینہ کی ایک عورت کو دے کر اسے قریش تک پہنچانے کی تاکید کی اور اسے خرچہ بھی دیا، اس نے اپنے بالوں کی مینڈھیوں میں اسے چھپا دیا اور چل پڑی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حاطب کے فعل سے باخبر کر دیا، آپ نے علی بن ابی طالب اور زبیر بن عوام کو اس عورت کے تعاقب میں روانہ کیا اور فرمایا: مزینہ کی اس عورت کو پکڑو، حاطب نے اسے قریش کے نام ایک خط دیا ہے، جس میں قریش کو ہمارے ارادے سے باخبر کر کے محتاط ہونے کا مشورہ دیا ہے۔

یہ دونوں نکلے اور حلیفہ میں اس عورت کو پا لیا، اسے سواری سے اتارا اور اس کے کجاوے کی تلاشی لی، لیکن کوئی چیز نہ ملی، اس عورت سے علی نے کہا: میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے غلط بیانی نہیں کی، نہ ہم نے کوئی جھوٹ بولا ہے، یا تو تم وہ خط نکال کر دے دو، ورنہ ہم برہنہ کر کے تمہاری تلاشی لیں گے۔

اس عورت نے ان کی سنجیدگی دیکھ کر کہا: میری طرف سے منہ پھیر لو، علی نے منہ پھیر لیا، اس نے اپنے بالوں کے جوڑے سے خط نکال کر علی کو دیا۔ وہ اسے لے کر آپ ﷺ کے پاس آئے۔ آپ نے حاطب کو طلب کیا اور کہا: اے حاطب! یہ تم نے کیوں کیا؟ حاطب نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں، میں نے نہ ایمان تبدیل کیا، نہ دین بدلا، لیکن بات یہ ہے کہ مکے میں میرا کوئی خاندان ہے نہ میں مکے کا اصلی باشندہ ہوں، اور میرے اہل وعیال بھی وہاں پر ہیں۔ عمر نے کہا: مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن مار دوں، اس لیے کہ یہ منافق ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

تمہیں کیا خبر؟ اے عمر! اللہ تعالیٰ نے تو بدر کے دن اہل بدر سے یہ فرما دیا تھا کہ جو چاہے کرو، میں نے بلا شبہ تمہاری مغفرت کردی ہے۔ (۵)

پھر آپ ﷺ دس رمضان کو مدینے سے روانہ ہوئے، ابو رہم کلثوم بن حصین بن عبید بن خلف غفاری کو مدینے کا عامل مقرر کیا۔ آپ ﷺ نے اور صحابہ کرام سب نے روزہ رکھا، آپ کے ساتھ دس ہزار مسلمان تھے۔ یہاں نہ لوا بنایا گیا، نہ جھنڈا۔ جب آپ کدید پہنچے (کدید عسفان اور امج کے درمیان واقع ہے) تو آپ ﷺ نے افطار فرمایا اور سب مسلمانوں نے افطار کیا۔

عیینہ بن حصن فزاری تنہا اور اقرع بن حابس تمیمی اپنے چند رفقا کے ساتھ مقام عرج میں آپ ﷺ کے ساتھ آملے، عیینہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! میں نہ جنگی آلات دیکھ رہا ہوں، نہ مجھے احرام کی ہیئت نظر آرہی ہے، آپ کا کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جہاں اللہ چاہے۔

قریش ہر بات سے بے خبر تھے، انہیں نہ آپ ﷺ کی خبر تھی، نہ یہ معلوم تھا کہ آپ کیا کرنے والے ہیں، آپ ﷺ مر الظہر ان پہنچے تو ابو سفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا خبریں سننے اور یہ دیکھنے کے لیے آئے کہ انہیں کوئی خبر ملتی ہے یا کان میں پڑتی ہے۔ عباس بن عبد المطلب نے کہا: اے قریش! اللہ کی قسم! اگر آپ ﷺ مکے میں زبردستی داخل ہوگئے اور قریش نے اس سے قبل آکر امن وامان کی درخواست نہ کی تو یہ ہمیشہ کے لیے ہلاکت کا باعث ہوگا۔

چناں چہ حضرت عباس آپ ﷺ کے سفید خچر پر سوار ہوئے اور اسے لے کر مقام اراک تک آپہنچے، اور دل میں سوچا کہ شاید یہاں کوئی لکڑہارا، چرواہا یا ضرورت مند جو مکے آرہا ہو، مل جائے اور وہ آپ ﷺ کے جائے قیام کے بارے میں بتا دے، تاکہ وہ سب ان کے پاس جائیں اور آپ ﷺ کے مکے میں زبردستی داخل ہونے سے پہلے امان طلب کرلیں۔ ابھی وہ چل ہی رہے تھے کہ ان کے کان میں ابوسفیان کی آواز پڑی، وہ کہہ رہے تھے: اللہ کی قسم! میں نے رات کی طرح آگ اور عسکری قوت پہلے نہیں دیکھی، بدیل بن ورقا نے کہا: اللہ کی قسم! یہ خزاعہ کی آگ تھی۔ ابوسفیان نے کہا: بہ خدا! خزاعہ میں اتنی طاقت اور قدرت نہیں کہ وہ ان کی آگ اور عسکری قوت ہو۔ عباس نے ان کی آواز پہچان کر کہا: اے ابو حنظلہ! ابو سفیان نے بھی ان کی آواز پہچان لی اور کہا: ابو الفضل؟ عباس نے کہا: جی ہاں! ابوسفیان نے کہا: یہاں کیا کررہے ہو؟ عباس نے کہا: تجھ پر میرے ماں باپ قربان! ہلاکت ہو تجھ پر اے ابوسفیان! یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ ابوسفیان نے کہا: آہ! قریش کی بربادی۔ ابوسفیان نے پوچھا: تجھ پر میرے ماں باپ قربان!

اب کیا کیا جا سکتا ہے؟ عباس نے کہا: اللہ کی قسم! اگر وہ تم تک پہنچ گئے تو تمہاری گردن ماریں گے، اس خچر کے پیچھے سوار ہو جاؤ، تاکہ میں تمہیں آپ ﷺ کے پاس لے جاؤں۔ ابوسفیان خچر پر عباس کے پیچھے سوار ہوئے اور دونوں مکے کی طرف لوٹنے لگے۔ جب عباس مسلمانوں کی روشنی کے لیے لگائی گئی آگ میں سے کسی کے پاس سے گزرتے تو انہیں دیکھ کر مسلمان کہتے: یہ کون ہیں؟ جب اچھی طرح دیکھ لیتے تو کہتے کہ آپ ﷺ کا خچر! اور اس پر آپ کے چچا عباس ہیں۔

جب عمر بن خطاب کی آگ سے گزر ہوا تو عمر نے کہا: یہ کون ہے؟ کھڑے ہو کر قریب آئے تو دیکھا کہ سواری کے پیچھے ابوسفیان سوار ہیں، تو کہا: ابوسفیان! اللہ کا دشمن! الحمد للہ! اللہ نے ہمیں تم پر کسی معاہدے اور عہد کے بغیر قدرت دی۔ یہ کہہ کر تیزی سے آپ ﷺ کی طرف گئے، عباس نے بھی خچر کو ایڑھ لگا کر تیز کیا اور عمر سے پہلے آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئے، عباس تیزی سے خیمے کے دروازے سے داخل ہو کر آپ ﷺ کے پاس پہنچے، اتنے میں عمر بن خطاب بھی داخل ہو گئے، اور کہا: اے اللہ کے رسول! یہ ابوسفیان ہے، اللہ تعالیٰ نے اس پر بغیر کسی معاہدے اور عہد کے قدرت دی ہے، مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں، عباس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اسے امان دے چکا ہوں۔ یہ کہہ کر عباس آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گئے، اور عمر ابوسفیان کے بارے میں باتیں کرنے لگے، عباس نے کہا: رک جاؤ اے عمر! اللہ کی قسم! اگر ابوسفیان بنی عدی بن کعب سے ہوتا تو تم یہ باتیں نہ کرتے، لیکن تمہیں معلوم ہے کہ وہ بنی عبد مناف سے ہے۔ عمر نے جواب دیا: تم بھی رک جاؤ اے عباس! اللہ کی قسم! تمہارا اسلام لانا، جب تم اسلام لائے، میرے نزدیک خطاب (یعنی میرے والد) کے اسلام لانے سے زیادہ مجھے پسند ہے، اور یہ اس لیے کہ مجھے علم ہے کہ تمہارا اسلام لانا آپ ﷺ کو خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عباس! اسے لے کر اپنے کجاوے کے پاس جاؤ، جب صبح ہو تو اسے لے کر میرے پاس آؤ۔

عباس ابوسفیان کو لے کر اپنے کجاوے کے پاس گئے، رات وہیں بسر کی، صبح ہوئی تو سویرے ہی ابوسفیان کو لے کر آپ ﷺ کے پاس آئے، اسے دیکھ کر آپ نے فرمایا: اے ابوسفیان! کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تو جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ ابوسفیان نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کتنے حلیم، کتنے کریم اور کتنے صلہ رحم ہیں، بہ خدا! میں نے سوچا کہ اگر اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو کوئی نفع پہنچاتا۔ فرمایا: بڑا افسوس ہے! کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تو جان لے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابوسفیان نے

کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کتنے حلیم، کتنے کریم اور کتنے صلہ رحم ہیں، جہاں تک اس بات کا تعلق ہے تو اب تک اس بارے میں میرے دل میں کھٹک ہے۔ عباس نے کہا: افسوس ہے! گردن اڑنے سے پہلے اسلام لے آؤ۔ یہ سن کر ابوسفیان نے کلمۂ شہادت ادا کیا اور اسلام لے آئے، عباس نے کہا: اے اللہ کے رسول! ابوسفیان ایسا آدمی ہے، جسے فخر و بڑائی پسند ہے، اسے کچھ دے دیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے، جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا، وہ مامون ہے، جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کیا، وہ مامون ہے، جو مسجد میں داخل ہوا، وہ بھی مامون ہے۔

ابوسفیان لوٹنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عباس! اسے روکے رکھنا، اسے خطم الجبل کے قریب روکے رکھنا، جو وادی کا تنگ حصہ ہے، تاکہ اس کے سامنے سے اللہ کا لشکر گزرے اور وہ اسے دیکھے۔

ابوسفیان کو لے کر عباس گئے اور آپ ﷺ نے جس جگہ کا فرمایا تھا، وہ کھڑے ہوگئے، ہر قبیلہ اپنے جھنڈے کے ساتھ گزرنے لگا، جب بھی کوئی قبیلہ گزرتا تو ابوسفیان پوچھتے: اے عباس! یہ کون ہیں؟ عباس کہتے: سلیم، تو ابوسفیان کہتے: مجھے سلیم سے کیا لینا دینا، پھر کوئی قبیلہ گزرتا تو ابوسفیان کہتے: یہ کون ہیں؟ عباس کہتے: مزینہ، ابوسفیان کہتے: مجھے مزینہ سے کیا لینا دینا۔ یہاں تک کہ سارے قبائل گزر گئے، جو بھی قبیلہ گزرتا تو ابوسفیان اس کے بارے میں پوچھتے، جب ان کے بارے میں بتایا جاتا تو کہتے: مجھے بنی فلاں سے کیا لینا دینا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ پوری طرح ہتھیار بند لشکر کے ساتھ گزرے، اس میں مہاجرین و انصار تھے، مکمل زرہ پہننے کی وجہ سے صرف ان کی آنکھوں کے ڈھیلے نظر آرہے تھے، ابوسفیان نے کہا: سبحان اللہ! اے عباس! یہ کون ہیں؟ کہا: یہ رسول اللہ ﷺ مہاجرین و انصار کے درمیان ہیں۔ ابوسفیان نے کہا: اے ابو الفضل! کوئی ان کا مقابلہ کرنے کی سکت رکھتا ہے، نہ طاقت، آج صبح تیرے بھتیجے کی مملکت عظیم الشان ہوگئی، عباس نے کہا: اے ابوسفیان! یہ نبوت کا فیض ہے۔ ابوسفیان نے کہا: پھر تو بہت خوب ہے۔ عباس نے کہا: اپنی قوم کے پاس جاؤ۔ ابوسفیان وہاں سے مکے آئے اور اونچی آواز میں ندا لگائی: اے گروہ قریش! یہ محمد ہیں، ایسے آئے ہیں کہ تم میں ان کے مقابلے کی طاقت نہیں۔ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا، وہ محفوظ ہے۔

ہند بنت عتبہ نے ابوسفیان کی مونچھیں پکڑ کر کہا: مارو اس بدذات حبشی کو۔

ابوسفیان نے کہا: اس کی باتیں تمہیں دھوکے میں نہ ڈالیں، وہ ایسی شان و شوکت کے ساتھ آئے ہیں کہ تم میں ان کے مقابلے کی سکت نہیں۔ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا، وہ مامون ہے، لوگ کہنے لگے:

تمہارے گھر میں کتنے لوگ آسکیں گے؟ ابوسفیان نے کہا: جو اپنے گھر کا دروازہ بند کردے، وہ مامون ہے، جو مسجد میں داخل ہوجائے، وہ مامون ہے۔ یہ سن کر لوگ اپنے گھروں اور مسجد کی طرف چل پڑے۔

جب آپ ﷺ ذوطوی پہنچے تو اپنی فوج کو منتشر کردیا، علی کو اہل مدینہ کے ٹیلے کی طرف سے جانے کا حکم دیا، زبیر کو اس ٹیلے کی طرف بھیجا، جو حجون کے اوپر ہے، خالد بن ولید کو لیط کی طرف روانہ کیا اور آپ ﷺ نے اذاخر کا راستہ اختیار کیا، انہیں حکم دیا کہ اس وقت تک قتال نہ کریں، جب تک کوئی ان سے تعرض نہ کرے۔ آپ ﷺ کو خبر ملی کہ صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابی جہل، عبداللہ بن زمعہ، سہیل بن عمرو چند قریشیوں اور اطراف مکہ کے بدوؤں کو خندمہ میں جمع کر کے آپ ﷺ سے قتال کا ارادہ رکھتے ہیں۔ خالد بن ولید کچھ مسلمانوں کے ساتھ ان کے مقابلے میں آئے، قتال ہوا، خالد بن ولید نے مشرکین کے ۲۳ افراد جہنم واصل کیے، ان میں کرز بن جابر فہری بھی تھا۔ (۶)

یہیں سے مؤرخین کے درمیان اختلاف پیدا ہوا کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے یا صلح سے۔

ابوقحافہ کو جب آپ ﷺ کے مکے آنے کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کی بیٹی سے کہا: اے بیٹی! مجھے ابوقبیس پہاڑ کی چوٹی پر لے جاؤ، اس وقت ان کی نظر کمزور ہوچکی تھی۔ ابوقحافہ نے کہا: اے بیٹی! کیا دیکھ رہی ہو؟ بچی نے کہا: کالے رنگ کے ہیولے ایک جگہ جمع ہیں، ابوقحافہ نے کہا: یہ گھوڑے ہیں۔ پھر اس نے کہا: اللہ کی قسم! یہ کالا رنگ پھیل رہا ہے، ابوقحافہ نے کہا: بہ خدا! گھوڑوں کو روانہ کردیا گیا ہے، مجھے جلدی سے گھر لے جاؤ۔ یہ بچی انہیں لے کر نیچے اتری تو گھر پہنچنے سے پہلے گھڑسواروں نے انہیں آلیا۔

آپ ﷺ اذاخر کی طرف سے مکے میں اس طرح داخل ہوئے کہ آپ کے سر مبارک پر لوہے کا خود تھا، اس پر سیاہ عمامہ بندھا تھا، خالد بن ولید کے معرکے کے علاوہ مسلمانوں کو کہیں بھی مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا، آپ ﷺ مکے آنے سے قبل ہی چھ آدمیوں کے قتل کا فرمان جاری فرما چکے تھے، آپ نے فرمایا تھا کہ ان کو جہاں کہیں پاؤ قتل کردو۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، عبداللہ بن خطل، بنی تمیم بن غالب کا ایک شخص، حویرث بن نقیذ بن وہب بن عبد بن قصی، مقیس بن صبابہ لیثی، بنی عبدالمطلب کے ایک شخص کی آزاد کردہ باندی سارہ۔

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تو بھاگ کر عثمان بن عفان کے پاس چھپ گیا، کیوں کہ عثمان اس کے رضاعی بھائی تھے، عثمان نے اسے مخفی رکھا اور آپ ﷺ کی خدمت میں لاکر اس کے لیے امان حاصل کی۔

حویرث بن نقیذ کو علی بن ابی طالب نے قتل کیا۔ ابن خطل پناہ حاصل کرنے کی خاطر کعبے کے غلاف سے لپٹ گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اسے قتل کر دو۔ سعید بن حریث مخزومی اور ابو بہرہ نے مل کر غلاف کعبہ کے پیچھے اسے قتل کیا۔

مقیس کو نمیلہ بن عبداللہ نے قتل کیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

لا یقتل قرشی صبرا بعد الیوم

آج کے بعد اہلِ قریش اس طرح جبراً قتل نہیں ہوں گے۔

ابطح آ کر آپ ﷺ نے اپنے لیے خیمہ نصب فرمایا۔ ام ہانی بنت ابی طالب آئیں تو دیکھا کہ آپ ﷺ ٹب میں غسل فرما رہے ہیں، ٹب میں آٹے کے آثار بھی نظر آ رہے ہیں، ان کی بیٹی فاطمہ انہیں ڈھانپے ہوئے ہے، جب آپ ﷺ غسل فرما چکے تو اپنے کپڑے لیے اور انہیں داہنے کاندھے پر ڈال کر بغل کے نیچے سے گذارا، پھر آپ ﷺ نے چاشت کی آٹھ رکعتیں ادا فرمائیں۔ ام ہانی کی طرف مڑ کر فرمایا: اے ام ہانی! خوش آمدید، کیوں آئی ہو؟ کہا: بنی مخزوم سے میرے دو سسرالی رشتے داروں کو میں پناہ دے چکی ہوں اور علی انہیں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اس وقت ام ہانی ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی کے نکاح میں تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اے ام ہانی! جسے تم نے امان دی، اسے ہم نے امان دی۔

عمیر بن وہب نے کہا: اے اللہ کے رسول! صفوان بن امیہ اپنی قوم کا سردار ہے، آپ سے بھاگ کر خود کو دریا میں پھینکنے کا ارادہ رکھتا ہے، آپ اسے امان دے دیجیے، فرمایا: وہ مامون ہے۔ کہا: اے اللہ کے رسول! کوئی ایسی چیز عنایت کیجیے، جس سے اسے آپ کی امان کا یقین آ جائے۔ آپ ﷺ نے انہیں اپنا وہ عمامہ عطا فرمایا، جو مکے میں داخلے کے وقت آپ نے باندھا ہوا تھا۔ عمیر یہاں سے نکلے اور صفوان بن امیہ کو جدہ میں اس حال میں پایا کہ وہ کشتی میں سوار ہو رہا تھا، عمیر نے کہا: اے صفوان! تجھ پر میرے ماں باپ قربان! میں تجھے اللہ سے ڈراتا ہوں کہ خود کو ہلاک نہ کر، یہ دیکھو، یہ آپ ﷺ کی طرف سے امان ہے، جسے میں تمہارے لیے لے کر آیا ہوں، صفوان نے کہا: تجھ پر ہلاکت ہو، یہاں سے چلا جا۔ عمیر نے کہا: اے صفوان! تجھ پر میرے ماں باپ قربان! تمہارے چچا زاد بھائی اللہ کے رسول ﷺ سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے، سب سے زیادہ حلیم الطبع اور سب سے زیادہ اچھے ہیں، ان کی عزت تمہاری عزت ہے، ان کا شرف تمہارا شرف ہے، ان کی بادشاہت تمہاری بادشاہت ہے، صفوان نے کہا: تجھ پر

ہلاکت ہو، مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے، عمیر نے انہیں عمامہ دیا، اور صفوان کو لے کر چل پڑے، جب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو صفوان نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ دعویٰ کرتا ہے کہ آپ نے مجھے امان دے دی ہے۔ فرمایا: یہ سچ کہہ رہا ہے۔ صفوان نے کہا: مجھے دو ماہ کی مہلت دیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں چار ماہ کی مہلت ہے۔

آپ ﷺ آئے اور بیت اللہ کا اپنے اونٹ پر سات مرتبہ طواف فرمایا، اپنی لاٹھی سے استلام رکن کیا، پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی فرمائی، پھر عثمان بن طلحہ حجبی کو طلب کیا اور ان سے کعبے کی کنجی لے کر اسے کھولا اور داخل ہو کر دونوں ستونوں کے درمیان دو رکعتیں اس طرح ادا کیں کہ آپ کے اور دیوار کے درمیان صرف تین گز کا فاصلہ تھا، پھر آپ ﷺ نکل کر دروازے پر کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ وحدہ لا شریک ہے، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی مدد کی، صرف اسی نے تمام جماعتوں کو شکست دی، جان لو! ہر قابل فخر بات، خون اور مال، جس کا دعویٰ کیا جائے میرے ان قدموں کے نیچے ہیں، مگر بیت اللہ کی رکھوالی اور حجاج کو آب زم زم پلانے کی خدمت، جان لو! ہر قتل خطا جو لکڑی یا کوڑے کے ساتھ ہو، وہ مثل قتل عمد کے ہے۔ ایسے قتل کی دیت مغلظہ ہے، یعنی سو اونٹنیاں جن میں چالیس حاملہ ہوں۔ اے گروہِ قریش! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری جاہلی نخوت اور آبا و اجداد پر افتخار کا خاتمہ فرما دیا، سب لوگ آدم سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

يَاۤيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (۷)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے مختلف خاندان اور قبیلے بنا دیے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ بزرگی والا وہ ہے، جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔

پھر فرمایا: اے اہل مکہ! تمہارا کیا خیال ہے کہ میں کیا کروں گا؟ کہنے لگے: شریف بھائی اور شریف بھائی کی بیٹے سے خیر کی توقع ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ، تم سب آزاد ہو۔

علی بن ابی طالب کعبے کی کنجی لے کر کھڑے ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! حجابہ کو بھی سقایہ کے ساتھ ہمارے سپرد فرما دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عثمان بن طلحہ حجبی کہاں ہے؟ اسے طلب کیا اور کہا: کیا تجھے اپنی کنجی چاہیے؟ انھیں کعبے کی کنجی دے دی۔

فتح مکہ کے اگلے روز خزاعہ نے ہذیل کے ایک مشرک آدمی پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا، آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: اے لوگو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے جب سے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا ہے، اس وقت سے مکے کو مقدس قرار دیا ہے، وہ قیامت کے دن تک مقدس رہے گا۔ ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، حلال نہیں ہے کہ وہ مکے میں خون بہائے۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مکہ سے ہاتھیوں کو روکا اور اپنے رسول کو اس پر غلبہ دیا، مکہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا، میرے لیے بھی دن کے کچھ حصے کے لیے حلال کیا گیا، میرے بعد یہ کسی کے لیے حلال نہیں، اس کے شکار کا تعاقب نہیں کیا جائے گا، اس کے کانٹے نہیں کاٹے جائیں گے، یہاں گری پڑی چیز کوئی نہیں اٹھائے گا، مگر وہی شخص جو اس کے مالک کو تلاش کرے۔

عباس نے کہا: سوائے اذخر گھاس کے، اس لیے کہ اسے ہم اپنے گھروں اور قبروں میں رکھتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: سوائے اذخر کے۔ (۸)

ام حکیم بنت حارث بن ہشام، عکرمہ بن ابی جہل کی زوجیت میں اور فاختہ بنت ولید، صفوان بن امیہ کی نکاح میں تھیں۔ ام حکیم اسلام لانے کے بعد آپ ﷺ سے عکرمہ کی امان کی طالب ہوئیں، آپ نے انہیں امان دے دی، عکرمہ یمن جا چکے تھے، یہ یمن میں ان سے ملیں اور ان کو لے کر آئیں، عکرمہ اور صفوان کے اسلام لانے کے بعد آپ ﷺ نے ان کے پہلے نکاح کو باقی رکھا۔

پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ جس کے گھر میں بت ہے، وہ خود اسے توڑ دے، چناں چہ سب نے بت توڑ ڈالے۔ خالد بن ولید نے بطن نخلہ میں عزیٰ اور اس کی عبادت گاہ کو توڑ ڈالا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ عزیٰ اب کبھی پوجا نہیں جائے گا۔ عمرو بن عاص نے سواع کو منہدم کیا اور اس کے نگران کو کہا: کیا دیکھا؟ اس نے کہا: میں اللہ پر ایمان لے آیا۔ سعد بن زید اشہلی نے مقام مشلل میں منات کو توڑا۔ (۹)

پھر آپ ﷺ نے مختلف صحابہ کو مکہ کے اطراف میں دعوت دین کے لیے بھیجا، اور انہیں قتال سے منع کیا۔ ان صحابہ میں خالد بن ولید بھی تھے، انہیں حکم دیا کہ تہامہ کے نشیبی علاقوں میں داعی بن کر جائیں، انہیں قتال کے لیے نہیں بھیجا۔ تہامہ کے ساتھ سلیم، مدلج اور دیگر قبائل کو بھی دعوت دینے کا حکم فرمایا۔ خالد بن ولید اپنے رفقا کے ساتھ مقام غمیصا، جو جذیمہ کے پانی کا مقام ہے، میں خیمہ زن ہوئے۔ دور جاہلیت میں جذیمہ نے ابو عبدالرحمٰن بن عوف کے والد عوف بن عبد اور فاکہ بن مغیرہ کو اس وقت قتل کیا تھا اور ان کا مال واسباب لوٹ لیا تھا جب یہ دونوں یمن سے تجارت کر کے آ رہے تھے اور انہوں نے یہاں قیام کیا تھا،

دور اسلام میں خالد بن ولید ان کے پاس آئے تو دیکھا کہ لوگوں نے اسلحہ تھاما ہوا ہے، خالد نے ان سے کہا: اسلحہ رکھ دو، اس لیے کہ ساری قوم ایمان لا چکی ہے، خالد کے کہنے پر انہوں نے اسلحہ رکھ دیا۔ اسلحہ رکھتے ہی خالد نے انہیں باندھنے کا حکم دیا اور ان سب کو تلوار سے تہ تیغ کیا۔

آپ ﷺ کو جب اس واقعے کی خبر ہوئی تو آپ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر یہ دعا کی: اے اللہ! میں خالد بن ولید کے فعل سے بری الذمہ ہوں۔

پھر علی بن ابی طالب کو طلب کر کے فرمایا: اے علی! ان لوگوں کے پاس جاؤ، ان کا معاملہ دیکھو، اور دورِ جاہلیت کے معاملے کو اپنے قدموں کے نیچے روند ڈالو۔

آپ ﷺ کا دیا ہوا مال لے کو حضرت علی یہاں آئے اور انہیں خون بہا اور جو مال و اسباب چھین لیے گئے تھے، ان کی قیمت دی، یہاں تک کہ خون بہا، دیت اور مالی حق میں سے کچھ بھی نہ رہا، لیکن حضور کا دیا ہوا مال بچ گیا، حضرت علی نے کہا: کوئی خون بہا یا مال کا بدلہ باقی ہے جس کی دیت نہ دی گئی ہو؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں! حضرت علی نے کہا: یہ بقیہ مال بھی میں تمہیں آپ ﷺ کی طرف سے بہ طور احتیاط دے دیتا ہوں، ان چیزوں کے بدلے میں جنہیں نہ وہ جانتے تھے، نہ تم جانتے ہو۔ حضرت علی نے وہ باقی مال بھی دے دیا، پھر جب آپ ﷺ کے پاس آ کر تصدیق چاہی تو آپ نے فرمایا: تم نے صحیح کیا۔

ہوازن نے جب آپ ﷺ کے لشکر اور مکے میں داخلے کے بارے میں سنا تو ثقیف، جشم اور سعد بن بکر قبائل کے ساتھ سر جوڑ کے بیٹھ گئے۔

بنی جشم میں درید بن صمہ نامی ایک ضعیف العمر شخص تھا، اسے ساتھ رکھنے کا مقصد اس کی رائے کو اختیار کرنا اور جنگی امور میں اس کی مہارت سے فائدہ اٹھانا تھا۔ ثقیف میں ایسا شخص قارب بن اسود بن مسعود تھا۔ بنی بکر میں سبیع بن حارث کو یہی اہمیت حاصل تھی۔

ان لوگوں کی اختلافی رائے کا فیصلہ کرنے والا مالک بن عوف تھا۔ اس کے پاس آ کر سب نے متفقہ فیصلہ کیا کہ آپ ﷺ سے مقابلے کے لیے نکلا جائے۔ چلتے ہوئے جب مقام اوطاس تک پہنچے، ہر فوجی کا مال و اسباب، اہل و عیال اس کے ساتھ تھے، درید بن صمہ نے پوچھا: اس وقت تم کون سی وادی میں ہو؟ لوگوں نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ اوطاس میں ہیں، درید نے کہا: گھڑ سواروں کے لیے اچھا مقام ہے، نہ نشیب ہے نہ فراز، اور نہ ایسا نشیب کہ اس میں پاؤں دب جائیں۔ پھر کہا: میں کیوں اونٹوں کی ہنکاریں، گدھوں کی رینکنے، بچوں کے بلبلانے اور بکریوں کی ممیانے کی آوازیں سن رہا ہوں؟ لوگوں نے کہا: مالک

بن عوف اوطاس میں فوجیوں کے ساتھ ان کے بیوی بچے اور مال مویشی بھی ساتھ لایا ہے۔ درید نے کہا: مالک کہاں ہے؟ کہا گیا: مالک یہیں ہے۔ درید نے کہا: اے مالک! اب تو قوم کا سردار بن گیا ہے، اس دن کے بعد اس جیسے اور ایام سے بھی واسطہ پڑنے والا ہے، مجھے اونٹوں کی ہنکار، گدھوں کی رینکنے، بچوں کے بلبلانے اور بکریوں کی ممیانے کی آوازیں کیوں آرہی ہیں؟ مالک نے کہا: میں لوگوں کے ساتھ ان کے اہل و عیال اور مال و دولت بھی ساتھ لایا ہوں۔ درید نے پوچھا: کیوں؟ مالک نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ ہر شخص کے پیچھے اس کے اہل وعیال اور مال و دولت رکھوں، تاکہ وہ ان کے دفاع میں قتال کرے۔ درید نے کہا: کیا اس سے لوگوں کو کوئی فائدہ ہوگا؟ اگر جنگ تمہارے حق میں ہوئی تو تمہیں تو صرف اس شخص سے فائدہ پہنچے گا، جس نے اپنی تلوار اور نیزہ تھاما ہو، اور اگر شکست کا منہ دیکھنا پڑا تو جان کے ساتھ تیرے اہل وعیال اور مال و دولت بھی دشمن کے ہاتھ لگ کر بے عزتی کا باعث بنیں گے، کعب اور کلاب کیا کررہے ہیں؟ مالک نے کہا: ان میں سے کوئی بھی اس جنگ میں شریک نہیں، درید نے کہا: دھار اور متانت دونوں غائب ہیں، اگر کوئی کام یابی یا بڑائی کی بات ہوتی تو کعب وکلاب کبھی پیچھے نہ رہتے۔ اے مالک! ہوازن کی گھڑسوار جماعت کو آگے ہرگز نہ رکھو، بل کہ انہیں کسی اونچے اور محفوظ مقام پر لے جاؤ، اور تم گھڑسواروں کے ساتھ بے دینوں سے مقابلہ کرو، اگر تمہیں فتح ہوئی تو یہ تم سے آکر مل جائیں گے، اور اگر ہزیمت ہوئی تو تم اپنے اہل وعیال اور مال مویشی وغیرہ محفوظ پاؤ گے۔ مالک نے کہا: اللہ کی قسم! میں یہ کام ہرگز نہیں کروں گا، اے ہوازن! یا تو تم میری اطاعت کرو یا میں اس تلوار کو اپنے پیٹ پر رکھ کر اپنا سارا زور اس پر صرف کرتا ہوں، تاکہ یہ میری پیٹھ سے نکل جائے۔ مالک کو اس جنگ کے حوالے سے درید کا تذکرہ یا رائے پر عمل کرنا سخت ناپسند تھا۔ ہوازن نے کہا: ہم تمہاری اطاعت کرتے ہیں، مالک نے ہوازن سے کہا: جب تم دشمن کو دیکھو تو اپنی نیامیں توڑ ڈالو اور ایک دم ان پر ٹوٹ پڑو۔ (۱۰)

آپ ﷺ کو ہوازن کی خبر ملی تو آپ نے عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی کو سن گن لینے بھیجا، وہ لوگوں میں گھل مل کر خبریں لینے لگے، مالک کی گفت گو اور ہوازن کا جواب اور ان کے دیگر معاملات سے پوری طرح باخبر ہو کر عبداللہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور ساری باتیں بتائیں۔

ہوازن کی طرف روانگی

آپ ﷺ سے کہا گیا کہ صفوان بن امیہ کے پاس بہت سی زرہیں ہیں، انہیں بلائیے۔ آپ نے

صفوان سے کہا: اے ابو امیہ! اپنا اسلحہ ہمیں مستعار دو، تا کہ ہم دشمن سے لڑسکیں۔ صفوان نے کہا: کیا زبردستی؟ فرمایا: نہیں، بل کہ یہ عاریت ہوگی، جو قابل ضمانت ہے، اسے ہم تمہیں لوٹا دیں گے۔ صفوان نے کہا: تب کوئی حرج نہیں۔ صفوان نے سو قابل استعمال زرہیں دیں۔

آپ ﷺ نے انہیں اٹھا کر لے آنے کا حکم دیا۔ وہ خود انہیں اٹھا کر آپ کے پاس لائے۔ دو ہزار اہل مکہ اور دس ہزار وہ صحابہ، جنہوں نے مکہ فتح کیا تھا، کے ہم راہ آپ ﷺ مکے سے نکلے۔

عباب بن اسید بن ابی العیص بن امیہ کو مکے کا امیر مقرر فرمایا۔ آپ ﷺ نے مکے میں پندرہ روز قیام فرمایا اور اس اثنا میں قصر کے ساتھ نماز پڑھی۔

چلنے کے دوران آپ ﷺ کا گزر ایک بیری کے درخت کے پاس سے ہوا، (اسے ذات انواط، یعنی لٹکانے والا درخت کہا جاتا تھا) ابو قتادہ لیثی نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی کوئی لٹکانے والا درخت مقرر فرمایئے، جیسے کفار کے لیے ذات انواط ہے۔ یہ بیری کا درخت کفار کا ذات انواط تھا، ہر سال کفار اس کے پاس آتے، اس کے ساتھ اپنا اسلحہ معلق کرتے، اس کے نیچے عبادت کی نیت سے قیام کرتے اور قربانی کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم نے وہی بات کہی، جو بنی اسرائیل نے کہی تھی:

اِجۡعَلۡ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمۡ اٰلِهَةٌ (۱۱)

ہمارے لیے بھی ایسا معبود بنا دے، جیسا ان کا ہے۔

جب آپ ﷺ وادیٔ حنین پہنچے تو ابھی مسلمان صبح کے وقت درے سے ایک کشادہ وسطی وادی میں اتر ہی رہے تھے کہ کمیں گاہوں، گھاٹیوں اور کونے کھدروں میں چھپے مشرکین نے حملہ کر دیا، مسلمان لڑنے کے لیے تیار ہوئے۔ آپ ﷺ ابھی درے سے اتر رہے تھے اور مسلمان وادی میں تھے کہ مشرکین نے شدید حملہ کیا، مسلمان اندھا دھند پیچھے پلٹنے لگے، آپ ﷺ دائنی طرف ہو گئے اور فرمانے لگے: اے لوگو! کہاں جا رہے ہو؟ آ جاؤ، میں اللہ کا رسول ہوں، میں محمد بن عبد اللہ ہوں۔ (۱۲)

اونٹ ایک دوسرے کے اوپر سوار ہو گئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ مہاجرین و انصار اور آپ کے گھر کے چند افراد تھے، آپ ﷺ نے جب دیکھا کہ لوگ بالکل رک نہیں رہے تو آپ نے عباس سے کہا: اے عباس! چلا کر کہو: اے گروہ انصار! اے کیکر کے درخت کے نیچے بیعت کرنے والو! عباس جو ایک بھاری بدن اور اونچی آواز والے تھے، انہوں نے آواز لگائی: اے گروہ انصار! اے کیکر کے درخت کے نیچے

بیعت کرنے والو! جواب آیا: لبیک لبیک ۔ یہ کہتے ہوئے مسلمان اپنے اونٹ کو موڑنے کی کوشش کرتا، اگر اونٹ نہ مڑتا تو اپنی زرہ لے کر اس کی گردن پر پھینکتا، پھر اپنی تلوار اور ڈھال لے کر اونٹ سے کود پڑتا، اونٹ کو ویسے ہی چھوڑ کر آواز کی طرف دوڑنے لگتا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاس پہنچ جاتا۔ یوں آپ ﷺ کے پاس ۱۰۰ افراد جمع ہو گئے، اور یہ سب مل کر مشرکین سے لڑنے لگے۔

سب سے پہلے یاللانصار کہہ کر نعرہ لگایا گیا، آخر میں یاللخزرج کہہ کر پکارا گیا۔ کیوں کہ خزرج جنگ میں ثابت قدم رہنے والے مشہور تھے، آپ ﷺ نے اپنی رکاب میں پاؤں رکھ کر میدان کارزار کا جائزہ لیا اور فرمایا: اب جنگ کا میدان گرم ہوا ہے۔ (۱۳)

ہوازن کا ایک شخص سرخ اونٹ پر سوار، ہاتھ میں کالا جھنڈا اور سر میں نیزہ باندھے ہوئے ہوازن کی فوج کے سامنے چلا آ رہا تھا، اس کے سامنے کوئی آتا تو اسے اپنے نیزے سے نشانہ بناتا، اور اگر کوئی نیزے کے وار سے بچ جاتا تو اپنے پیچھے آنے والوں کے حوالے کر دیتا اور وہ اس کے تعاقب میں لگ جاتے، علی بن ابی طالب اور ایک انصاری اس کی تاک میں لگے اور اس کی طرف بڑھے، علی نے عقب سے وار کیا اور اونٹ کے پچھلے دونوں پیر کاٹ ڈالے جس سے وہ پیچھے گرا، انصاری نے چھلانگ لگا کر ایک کاری وار کیا اور اس کے پاؤں آدھی پنڈلیوں سے کاٹ ڈالے۔ اس کے بعد عمومی جنگ شروع ہوگئی۔ مہاجرین کا شعار اس دن ''اے بنی عبد الرحمٰن'' تھا، خزرج کا شعار ''اے بنی عبد اللہ'' تھا، اوس کا شعار ''اے بنی عبید اللہ'' تھا۔

ام سلیم بنت ملحان اپنے شوہر ابو طلحہ کے ساتھ تھیں، آپ ﷺ سے دوران جنگ اس حال میں ملیں کہ کمر پر پٹا باندھا ہوا تھا، اور ان کے ساتھ ابو طلحہ کا اونٹ تھا، آپ کو دیکھ کر کہنے لگیں: میرے ماں باپ آپ پر قربان اے اللہ کے رسول! یہ جو آپ کو چھوڑ کر جا رہے ہیں، انہیں بھی اسی طرح قتل کیجیے، جیسے آپ خود سے لڑنے والوں کو قتل کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اللہ کافی نہیں ہے اے ام سلیم! اس وقت وہ عبد اللہ بن ابی طلحہ سے حاملہ تھیں۔ ابو طلحہ نے ام سلیم سے کہا: اے ام سلیم! اپنے پاس یہ خنجر کیوں رکھا ہے؟ کہنے لگیں: یہ خنجر میں نے چھینا ہے، میرے قریب اگر کوئی مشرک آیا تو اس کا پیٹ چیر ڈالوں گی، ابو طلحہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ ام سلیم کی بات سن رہے ہیں؟

ابو قتادہ نے دیکھا کہ دو آدمی آپس میں قتال کر رہے ہیں، ان میں ایک مسلمان اور دوسرا مشرک ہے۔ ایک دوسرا مشرک پہلے کی مدد کو آنے لگا تو انہوں نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ پر ضرب لگائی اور

اسے کاٹ دیا، مشرک نے کٹا ہوا ہاتھ دوسرے ہاتھ اور سینے سے تھاما، ابوقتادہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! وہ مجھے چھوڑنے پر تیار نہیں تھا، میں نے موت کی خوش بو پائی، اگر اس کا خون نہ بہہ رہا ہوتا تو وہ مجھے قتل کر دیتا۔ اس نے کٹے ہوئے ہاتھ کو تھاما، تھامتے تھامتے وہ کٹا ہوا ہاتھ گر گیا اور میں نے اسے قتل کر دیا۔

مشرکین کو ہزیمت ہوئی، مسلمان قیدیوں کو باندھنے لگے۔ جب جنگ ختم ہوگئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے جو شخص قتل کیا، اس کا سامان اسی کا ہے۔ اہل مکہ میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے ساز و سامان والا ایک مشرک قتل کیا، لیکن لڑائی نے مجھے اس کی طرف سے غافل کر دیا، مجھے نہیں معلوم اس کا سامان کس نے لیا ہے۔ اہل مکہ میں سے ایک اور شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے اس کا سامان لیا ہے، میرے بدلے اسے سامان وغیرہ دے کر راضی کیجیے۔ یہ سن کر ابوبکر صدیق نے کہا: اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر جو اللہ کی خاطر لڑتا ہے، کیا اس کے ساتھ تو اس کی غنیمت تقسیم کرے گا! اس کا سامان اسے دے دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر نے سچ کہا، اس کا سامان اسے لوٹا دو۔ دوسرے نے پہلے کو سارا سامان دے دیا۔ ابوقتادہ کہتے ہیں کہ میں نے اسے فروخت کیا اور اس کی قیمت سے ایک مخرف خریدا، کیوں کہ یہ اسلام لانے کے بعد میری پہلی کمائی تھی۔

حنین کے دین ثقیف کی طرف سے حلیفوں کا جھنڈا تھامنے والا قارب بن اسود تھا۔ جب اس نے شکست کے آثار دیکھے تو جھنڈے کو ایک درخت کے ساتھ کھڑا کر کے فرار ہوگیا۔(۱۴)

بنی مالک کی طرف سے ذوخمار نے جھنڈا تھاما ہوا تھا، ان کے قتل ہونے کے بعد عثمان بن عبداللہ نے جھنڈا تھاما اور مشرکین کے مقابلے میں آئے، عثمان قتل ہوگئے اور مشرکین شکست کھا کر طائف کی طرف انخلا کرنے لگے، بعض مشرکین نے اوطاس میں لشکر اکٹھا کیا۔

آپ ﷺ نے گھڑ سواروں کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا، چناں چہ ربیعہ بن رفیع نے درید بن صمہ کو مقام شجار میں اپنی سواری میں پالیا، ربیعہ نے اس کے اونٹ کی مہار تھام لی، اس گمان کے ساتھ کہ اس پر کوئی عورت سوار ہے۔ جب اونٹ کو بٹھایا تو دیکھا کہ ایک بوڑھا ہے، اور وہ درید ہے، لیکن ربیعہ اسے جانتے نہ تھے، اس لیے کہ وہ کم سن تھے، درید نے پوچھا: مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ ربیعہ نے کہا: تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں، درید نے پوچھا: تم کون ہو؟ کہا: میں ربیعہ بن رفیع سلمی ہوں، یہ کہہ کر ربیعہ نے تلوار سے ضرب لگائی، لیکن کوئی نقصان نہ پہنچا سکے، درید نے کہا: تیری ماں نے تجھے کتنی بری شمشیر زنی سکھائی ہے۔ شجار میں میرے گھر کے عقب میں جا کر وہاں سے میری تلوار لو اور ضرب لگاؤ، ہڈیوں پر رکھو اور دماغ سے

نیچے کی طرف لے آؤ، اس لیے کہ میں اسی طرح لوگوں کو قتل کرتا تھا، جب تم اپنی ماں کے پاس جاؤ تو اسے بتانا کہ تم نے درید بن صمہ کو اسی کی تلوار سے قتل کیا ہے۔(۱۵)

آپ ﷺ نے قیدیوں اور مال غنیمت کو جعرانہ میں جمع کرنے کا حکم دیا، ابو عامر اشعری کو اوطاس جانے والے مشرکین کے تعاقب میں بھیجا، وہاں شکست خوردہ فوج کے چند افراد موجود تھے، وہ لوگ جو سامنے آیا، اس پر تیر پھینکنے لگے۔ ایک تیر ابو عامر کو لگا اور وہ شہید ہوگئے، ابو موسیٰ نے ان کے ہاتھ سے جھنڈا لیا اور مشرکین سے قتال کیا، اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست اور مسلمانوں کو فتح سے ہم کنار کیا۔

پھر آپ ﷺ طائف روانہ ہوئے، طائف میں مالک بن عوف اور مشرکین کے کچھ فوجی جمع تھے، آپ ﷺ کے لشکر کے آگے مقدمۃ الجیش کے طور پر خالید بن ولید تھے، آپ نے ایک عورت کو مقتول دیکھا تو خالد سے پوچھا: اسے کس نے قتل کیا؟ کسی نے کہا کہ خالد بن ولید نے۔ آپ ﷺ نے کسی سے کہا کہ خالد کے پاس فوراً جاؤ اور ان سے کہو کہ تم سے اللہ کا رسول کہتا ہے کہ عورت، بچے اور معذور کو قتل نہ کرو۔ طائف پہنچنے کے بعد آپ ﷺ قریب ہی فروکش ہوئے، مسلمان (اب تک) باغ میں داخل نہ ہوسکے تھے، مسلمانوں کا لشکر وہاں گیا جہاں آج طائف کی مسجد ہے، مشرکین کا تقریباً دس دن محاصرہ کیا، ان کے انگور کاٹنے کا حکم دیا۔ بنی لیث کی شاخ بنی ہذیل کے ایک شخص کا قصاص لیا۔ یہ اسلام میں لیا جانے والا پہلا قصاص ہے۔ مشرکین کے قلعے کے مقابل منجنیق نصب کی گئی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے لیے اسے فتح کردیا، ان تمام ایام میں آپ ﷺ نماز قصر کے ساتھ ادا فرما رہے تھے۔

آں حضرت ﷺ کے ساتھ ان کی خالہ فاختہ بنت عمرو بن عائذ کا آزاد کردہ غلام ہوتا تھا، اسے ماتع کہا جاتا، یہ مخنث تھا اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس آیا جایا کرتا تھا، آپ نے اسے خالد بن ولید سے کہتے سنا: اے خالد! اگر اللہ کے رسول نے کل فتح کرلیا تو بادیہ بنت غیلان تمہارے ہاتھوں سے ہرگز نہیں نکلنی چاہیے، اس لیے کہ وہ چار بل کے ساتھ سامنے کی طرف سے آتی ہے اور آٹھ بل کے ساتھ واپس جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جو باتیں سنتا ہے، اسے سمجھتا بھی ہے۔ آپ نے اپنی ازواج سے فرمایا: یہ اب تمہارے پاس نہ آیا کرے۔ چناں چہ اسے بے روک ٹوک آپ ﷺ کے گھر جانے سے روک دیا گیا۔(۱۶)

طائف سے واپس آکر آپ ﷺ جعرانہ آئے، سراقہ بن جعشم مدلجی نے آپ سے کہا: اے اللہ کے رسول! گمشدہ اونٹ میرے حوض پر پانی پینے کے لیے آتے ہے، اگر میں انہیں پانی پلاؤں تو مجھے اجر ملے

گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر پیاسے اور گرم جگر میں اجر ہے۔

آپ ﷺ نے حاملہ عورتوں سے وضع حمل سے قبل صحبت سے منع فرمایا۔

آپ ایک کپڑے کے سائے تلے جعرانہ میں تشریف فرما تھے، آپ ﷺ کے ساتھ اس سائے میں چند صحابہ بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بدو آیا، اس نے تیز خوش بو میں بسا جبہ پہنا ہوا تھا، اس نے آپ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا حکم ہے اس آدمی کا جس نے جبے کو تیز خوش بو میں بسانے کے بعد اسے عمرے کے احرام کے طور پر پہنا ہو؟ اس وقت آپ ﷺ چہرۂ انور پر کپڑا ڈالے نیند میں تھے، جب آپ نیند سے بیدار ہوئے تو فرمایا: مجھ سے ابھی ابھی عمرے کے بارے میں سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اس بدو کو لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جہاں تک خوش بو کی بات ہے اسے دھولو، اور جبہ بھی اتار دو، پھر عمرے میں وہی کرو جو تم حج میں کرتے ہو۔

آپ ﷺ نے جعرانہ میں مسلمانوں کے درمیان مال غنیمت تقسیم کیا، ہر آدمی کو چار اونٹ اور چالیس بکریاں ملیں، اور جو گھڑ سوار تھے انہوں نے اپنے حصے کے علاوہ گھوڑے کے بھی دو حصے وصول کیے۔ آپ ﷺ نے اپنے اونٹ کی کوہان سے ایک بال اتار کر فرمایا: اے لوگو! اللہ کی قسم! خمس کے علاوہ تمہارے مال غنیمت میں میرا اس بال جتنا حق بھی نہیں، اور یہ خمس بھی تمہارے اوپر ہی خرچ ہوگا، دھاگا اور سلا ہوا کپڑا واپس کردو، اس لیے کہ مال غنیمت سے چوری چور کے لیے قیامت کے دن آگ اور بے عزتی کا باعث ہے۔ اسی اثنا میں بالوں کا گچھا لے کر ایک انصاری آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے یہ گچھا لیا تھا، تاکہ اس سے میں اپنے اونٹ کے اوپر ڈالنے والا کپڑا سی سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس میں میرا جو حصہ بنتا ہے، وہ تمہارا ہوا۔ اس صحابی نے کہا: اگر مجھے اتنا ہی مل سکتا ہے تو مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔

بعد ازاں عوف بن مالک اسلام لے آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے ثقیف پر تنگی کرنے کے لیے بھیجیے۔ آپ ﷺ نے انہیں بنی سلیم کے حلفا اور دیگر قبائل سے اسلام لانے والوں کا عامل بنایا، یہ ثقیف سے قتال کرنے لگے، قلعے سے ثقیف کے مویشیوں کا جو بھی ریوڑ نکلتا، یہ اس پر حملہ کرتے۔

ہوازن کے قیدی تقسیم فرمانے کے بعد ہوازن کا ایک وفد اسلام قبول کرنے آیا، اور دائرۂ اسلام میں داخل ہوگیا۔

آپ ﷺ نے نئے مکی مسلمانوں کی تالیف قلب کے لیے انہیں عطایا دیے، حویطب بن عبد العزیٰ کو سو اونٹ دیے، اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیے، صفوان بن امیہ کو سو اونٹ دیے، حکیم بن حزام کو سو

اونٹ دیے، مالک بن عوف کو سو اونٹ دیے، عباس بن مرداس سلمی کو سو سے کچھ کم اونٹ دیے، جس پر انہوں نے اشعار کہے۔ انصار کو ان عطایا میں کچھ بھی نہیں دیا۔

ایک انصاری نے کہا: جان لو! آپ ﷺ اپنی قوم سے مل گئے ہیں۔

سعد بن عبادہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کی طرف سے ان لوگوں کو عطایا دینے کی وجہ سے انصار دل دل میں سخت رنجیدہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے سعد! اس حوالے سے تمہاری کیا کیفیت ہے؟ سعد نے کہا: میں بھی اپنی قوم ہی کا ایک فرد ہوں۔ فرمایا: اپنی قوم کو جمع کرو۔ سعد نے نکل کر اپنی قوم میں ندا لگائی: اللہ کا رسول تم سب کو حکم دیتا ہے کہ تم جمع ہو جاؤ۔ لوگ جلدی سے جمع ہوئے، سعد اس احاطے کے دروازے پر کھڑے ہو گئے، انصار کے علاوہ کسی کو بھی داخل ہونے نہیں دیا، بہت سارے لوگوں کو واپس کیا۔ پھر آپ ﷺ کے پاس آ کر کہا کہ آپ کے کہنے پر انصار جمع ہو گئے ہیں۔ آپ ﷺ ان کے پاس آئے اور فرمایا: اے گروہ انصار! یہ کیا بات مجھے تمہاری طرف سے پہنچی ہے؟ جس میں تم بہت گفت گو کر رہے ہو، کیا تم گم راہ نہیں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت دی؟ کیا تم فقیر نہیں تھے کہ اللہ نے تمہیں مستغنی کیا؟ کیا تم دشمن نہیں تھے کہ اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا؟ کہنے لگے: کیوں نہیں۔ فرمایا: کیا تم مجھے جواب نہیں دو گے؟ انصاری صحابہ نے کہا: آپ ہی کا فضل واحسان ہے۔ فرمایا: اللہ کی قسم! تم چاہو تو یہ کہہ سکتے ہو اور یہ کہنے میں تم سچے بھی ہو گے کہ تو بھی بے خانماں آیا تو ہم نے تجھے پناہ دی، بے یار و مددگار آیا ہم نے مدد کی، بے سر و سامان آیا ہم نے تمہاری دل جوئی کی، جھٹلایا ہوا آیا ہم نے تیری تصدیق کی۔ کیا تم دنیا کی اس کم ترین چیز پر رنجیدہ ہوتے ہو، جسے میں نے نئے مسلمانوں کو دے کر ان کی دل جوئی کی، اور تمہیں تمہارے ایمانوں کے سپرد کیا۔ کیا تم اس پر خوش نہیں کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر جائیں اور تم اپنے گھروں کو اللہ کا رسول لے کر جاؤ! اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے! لوگ ایک وادی میں جائیں اور انصار کسی اور گھاٹی کو اختیار کریں تو میں انصار کی گھاٹی کو اختیار کروں گا، اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصاری بننا پسند کرتا، انصار میرے قبیلے اور کنبے کی طرح ہیں، اے اللہ! انصار کی مغفرت فرما، ان کی اولاد کی، اور اولاد کی اولاد کی مغفرت فرما۔

یہ سن کر لوگ اتنا روئے کہ ان کی ڈاڑھیاں تر ہو گئیں، کہنے لگے: ہم اپنے حصے اور تقسیم میں اللہ اور اس کے رسول کے ملنے پر راضی ہیں۔ پھر انصار متفرق ہو گئے۔ (۱۷)

اسی بات کے دوران ذوالخویصرہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! عدل کیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں

بد بخت ہوں گا اگر عدل نہ کروں۔

بدو آپ ﷺ کا دامن تھام کر مانگنے لگے، یہاں تک کہ آپ کو ایک بڑے درخت کے پاس لے آئے، آپ ﷺ کی چادر بھی کسی نے لے لی، آپ ﷺ نے فرمایا: میری چادر واپس کرو، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے، ان کانٹوں کے بہ قدر اگر بھیڑ بکریاں ہوں تو میں تمہارے درمیان تقسیم کر دوں گا، پھر تم مجھے نہ جھوٹا پاؤ گے، نہ بزدل، نہ بخیل۔

آپ ﷺ جعرانہ سے عمرے کی نیت سے نکلے، عمرہ ادا فرمایا اور رات جعرانہ ہی میں بسر کی، عتاب بن اسید کو مکے کا امیر مقرر فرمایا۔ معاذ بن جبل کو ان کا نائب مقرر کیا کہ لوگوں کو مسائل، قرآن کی تعلیم دیں۔ یہ عمرہ ذی قعدہ میں ادا کیا گیا۔

جعرانہ سے آپ ﷺ مدینے کے لیے روانہ ہوئے، وادئ سرف کا راستہ اختیار کر کے وادئ سرف میں آ گئے، پھر مر الظہر ان سے گزرتے ہوئے ذی قعدہ کے باقی ایام میں مدینے آ گئے۔

آپ ﷺ نے فاطمہ بنت ضحاک بن سفیان کلابیہ سے نکاح فرمایا، آپ کو دیکھ کر اس نے آپ سے اللہ کی پناہ مانگی، آپ ﷺ نے ان سے کہا: تم نے ایک عظیم ذات سے پناہ مانگی، جاؤ اپنے گھر چلی جاؤ۔

عتاب بن اسید نے لوگوں کو حج کرایا۔

ذی الحجہ میں ماریہ قبطیہ سے ابراہیم کی ولادت ہوئی، آپ ﷺ کے دل میں تردد پیدا ہوا، جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: آپ پر سلامتی ہو اے ابو ابراہیم! یہ سن کر آپ کا تردد جاتا رہا۔

ابراہیم کو دودھ پلانے کے لیے انصار کی عورتیں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے لگیں، آپ ﷺ نے ابراہیم کو ام بردہ بنت منذر بن زید اور ان کے شوہر ابن مبذول کے حوالے کیا، اور یہ ان کی رضاعی ماں بنیں۔

پیدائش کے ساتویں روز آپ ﷺ نے ابراہیم کے بال اتروائے اور ان کے وزن جتنی چاندی فقرا پر صدقہ فرمائی، دو مینڈھے ذبح کیے۔ ابراہیم سولہ ماہ تک زندہ رہے۔

ہجرت کا نواں سال

عسقلان میں محمد بن حسن بن قتیبہ لخمی، محمد بن متوکل ابن ابی السری، عبد الرزاق، معمر، زہری، عبید اللہ بن عبد اللہ بن ابی ثور، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے ہمیشہ سے اشتیاق رہا کہ عمر بن خطاب

سے ان دو ازواج مطہرات کے بارے میں پوچھوں، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا (۱۸)

اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرو (تو یہی بہتر ہے) یقیناً تمہارے دل کج ہو گئے ہیں۔

عمر نے کہا: اے ابن عباس تجھ پر تعجب ہے!! پھر کہا: وہ عائشہ اور حفصہ ہیں، پھر پوری بات بتاتے ہوئے کہا کہ ہم قریش ایسی قوم تھے جو بیویوں پر غالب رہتے تھے، جب ہم مدینہ آئے تو ہم نے انصار کو ایسی قوم پایا، جن پر ان کی بیویاں حکم رانی کرتی تھیں، ہماری عورتیں ان کی خواتین سے سیکھنے لگیں۔ میرا گھر عوالی میں بنی امیہ بن زید کے محلے میں تھا۔ عمر نے کہا کہ ایک روز میں اپنی بیوی پر غصے ہوا تو وہ مجھ سے بحث کرنے لگی، میں نے اس بحث کو سخت ناپسند کیا تو کہنے لگی: تمہیں یہ مراجعت کیوں اتنی بری لگ رہی ہے؟ اللہ کی قسم! آپ ﷺ کی ازواج آپ سے بحث کرتی ہیں، حتیٰ کہ پورا دن رات تک آپ ﷺ سے بات چیت نہیں کرتیں۔

میں گھر سے نکل کر حفصہ کے پاس آیا اور کہا کہ کیا تم آپ ﷺ سے مراجعت کرتی ہو؟ کہا: جی ہاں! ہم میں سے ایک پورا دن رات تک ان سے بات چیت نہیں کرتی۔ عمر کہتے ہیں: میں نے کہا: تم میں سے جس کسی سے یہ فعل سرزد ہوا، وہ بلاشبہ خائب و خاسر ہوا۔ کیا تم خود کو اس بات سے مامون سمجھتی ہو کہ اپنے رسول کے غصے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تم پر غصہ نہ ہو؟ اگر ایسا ہوا تو وہ ہلاک ہو گئی، آپ ﷺ سے بحث نہ کرو، ان سے کوئی مطالبہ نہ کرو، جو چاہتی ہو، مجھ سے مانگ لیا کرو، اور تجھے یہ بات دھوکے میں نہ ڈالے کہ تیری سوکن زیادہ خوب صورت اور اللہ کے رسول کو زیادہ محبوب ہے، یعنی عائشہ، (یعنی جیسا وہ کرے تو بھی ویسا ہی کر بیٹھے)۔

میرا ایک انصاری پڑوسی تھا، ہم دونوں باری باری آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے، ایک دن وہ جاتا، ایک دن میں جاتا، جس دن وہ جاتا تو وحی وغیرہ مجھے بتاتا اور جس دن میں جاتا، اس دن کی نئی بات میں اسے بتاتا۔ ان دنوں ہمارا موضوع بحث غسان تھے کہ وہ اپنے گھوڑوں کے سموں میں ہم پر حملہ کرنے کے لیے نعل لگا رہے ہیں۔ ایک دن میرا ساتھی آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا اور عشا کے وقت آیا تو میرا دروازہ کھٹکھٹا کر میرا نام لے کر پکارا، میں باہر نکلا تو اس نے کہا: ایک بہت بڑا واقعہ ہو گیا ہے، میں نے جلدی سے کہا: کیا غسان نے حملہ کر دیا؟ کہا: نہیں، بل کہ اس بھی بڑا واقعہ ہو گیا ہے، آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔ میں نے کہا: حفصہ خائب و خاسر ہوئی! میں جانتا تھا کہ ایسا ہو کر

رہے گا۔

صبح کی نماز پڑھ کر میں نے اپنے جسم پر کپڑے باندھے اور گھر سے اتر کر حفصہ کے پاس آیا تو وہ رو رہی تھی، میں نے کہا: کیا تم سب کو حضور ﷺ نے طلاق دے دی؟ کہا: مجھے نہیں معلوم۔ وہ اس بالا خانے میں سب سے الگ تھلگ بیٹھے ہیں۔ عمر کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت پر مامور ایک سیاہ فام غلام کے پاس آیا اور اس سے کہا: عمر کے لیے اجازت طلب کرو، غلام گیا اور آ کر کہا کہ میں نے آپ کا ذکر کیا، لیکن آپ ﷺ نے کچھ نہیں فرمایا۔ میں یہاں سے نکل کر مسجد آ گیا۔ مسجد میں لوگ منبر کے پاس جمع ہو کر رو رہے تھے۔ میں تھوڑی دیر بیٹھا، لیکن پھر مجھ پر رنج کا غلبہ ہوا، میں دوبارہ غلام کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میرے لیے اجازت طلب کرو۔ غلام گیا اور واپس آ کر کہنے لگا کہ میں نے آپ کا ذکر کیا، لیکن آپ ﷺ خاموش رہے۔ میں لوٹا اور منبر کے پاس آ کر بیٹھ گیا، پھر دوبارہ مجھ پر رنج کا غلبہ ہوا تو میں پھر غلام کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ عمر کے لیے اجازت طلب کرو، وہ بالا خانے میں داخل ہوا اور واپس آ کر کہنے لگا کہ میں نے آپ کا ذکر کیا، لیکن آپ ﷺ خاموش رہے۔ میں پیٹھ پھیر کر واپس مڑا تو غلام نے آواز دی: آ جاؤ، آپ کو اجازت دے دی گئی ہے۔

میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو سلام کیا، میں نے دیکھا کہ آپ کھجور کے پتوں سے بنی چٹائی پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، چٹائی کی بنت نے آپ ﷺ کے پہلو میں نشان ڈال دیے تھے، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ میری طرف سر اٹھا کر فرمایا: نہیں۔ میری زبان سے بے اختیار اللہ اکبر کی صدا نکلی، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نے ہمیں دیکھا ہوگا کہ ہم بالخصوص قریشی مرد اپنی بیویوں پر غالب رہتے تھے، جب ہم مدینے آئے تو دیکھا کہ ان لوگوں پر ان کی بیویاں غالب ہیں، یوں ہماری عورتیں ان کی عورتوں سے سیکھنے لگیں، ایک روز میں اپنی بیوی پر غضب ناک ہوا تو وہ مجھ سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے لگی، مجھے اس کا یہ رویہ برا لگا تو کہنے لگی: کیا تمہیں میرا بحث کا انداز برا لگا؟ اللہ کی قسم! ازواجِ مطہرات آپ ﷺ سے بحث کرتی ہیں، اور پورا دن ان سے بات چیت نہیں کرتیں۔ عمر کہتے ہیں کہ میں نے کہا: ان میں سے جس سے یہ فعل سرزد ہوا وہ خائب و خاسر ہوا، کیا ان میں سے کوئی اس بات سے مامون ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے غصے کی وجہ سے غصہ ہو جائے؟ اگر اللہ تعالیٰ غصہ ہوئے تو ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ عمر کہتے ہیں: یہ سن کر آپ ﷺ نے تبسم فرمایا۔

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں حفصہ کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ اللہ کے رسول سے بحث

نہ کرو، ان سے کوئی چیز نہ مانگو، تمہیں جو کچھ چاہیے، مجھ سے مانگ لیا کرو، یہ بات تجھے دھوکے میں نہ ڈالے کہ تیری سوکن تجھ سے زیادہ خوب صورت اور تجھ سے زیادہ اللہ کے رسول کو محبوب ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے دوسری مرتبہ تبسم فرمایا۔

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا میں اپنی بات جاری رکھوں؟ فرمایا: ہاں! میں بیٹھا اور سر اٹھا کر گھر کے ساز و سامان کو دیکھنے لگا، اللہ کی قسم! کسی چیز پر نظر ٹھہرتی نہ تھی، سوائے تین آدمیوں کے گھریلو سامان کے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ سے دعا کیجیے کہ آپ کی امت پر کشادگی فرمائیں، اللہ تعالیٰ نے فارس و روم کو کشادگی عطا فرمائی ہے، اس کے باوجود کہ وہ اس کی عبادت نہیں کرتے۔ عمر کہتے ہیں کہ یہ سن کر آپ ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: اے ابن خطاب! کیا تو ابھی تک شک وشبہے میں مبتلا ہے؟ وہ ایسی قوم ہیں، جن کے حصے کی اچھی چیزیں انہیں دنیا ہی میں دے دی گئی ہیں۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے لیے مغفرت طلب کیجیے۔ ازواج مطہرات پر شدید غصے کی وجہ سے آپ ﷺ نے قسم کھائی تھی کہ ایک ماہ تک کسی کے پاس نہیں جائیں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب نازل ہوا۔ (۱۹)

زہری کہتے ہیں: عروہ نے عائشہ سے روایت کر کے مجھے بتایا کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب ۲۹ دن گزر گئے تو آپ ﷺ میرے پاس تشریف لائے، مجھ سے ابتدا کی، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نے قسم کھائی تھی کہ ایک ماہ تک ہمارے پاس نہیں آئیں گے، اور آپ انتیس ویں دن کے بعد تشریف لا رہے ہیں، میں گن رہی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ مہینہ انتیس دن کا ہے۔ پھر فرمایا: اے عائشہ! میں تمہارے سامنے ایک معاملہ رکھ رہا ہوں، مجھے تم سے امید ہے کہ تم اس میں عجلت نہیں کرو گی، جب تک اپنے والدین سے مشورہ نہ کرلو۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ۝ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا (۲۰)

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دے کر اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں، اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے نیک کام کرنے والیوں کے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

عائشہ فرماتی ہیں کہ بہ خدا! مجھے علم تھا کہ میرے والدین مجھے آپ ﷺ سے فرقت اختیار کرنے کا مشورہ نہیں دے سکتے، اس لیے میں نے کہا: کیا اس بات میں، میں اپنے والدین سے مشورہ کرسکتی ہوں؟ میں اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو چاہتی اور منتخب کرتی ہوں۔

ابو حاتم کہتے ہیں: اس سال کے شروع میں آپ ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات سے فرقت اختیار فرمائی۔ وجہ اس کی یہ بنی کہ آپ ﷺ نے ایک جانور ذبح فرمایا، عائشہ کو حکم دیا کہ تمام ازواج میں تقسیم کردیں، انہوں نے زینب بنت جحش کے پاس ان کا حصہ بھجوایا تو انہوں نے واپس کردیا اور کہلوایا کہ اس میں اضافہ کرو۔ عائشہ نے تین مرتبہ اس میں اضافہ کیا، کیوں کہ ہر مرتبہ وہ اسے واپس کردیتیں۔ یہ دیکھ کر عائشہ نے کہا: تیرا چہرہ ذلیل ہو۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: تم سب اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ حقیر ہو کہ غصہ کرو، میں تم میں سے کسی کے پاس ایک ماہ تک نہیں آؤں گا۔ پھر آپ ﷺ انتیس دن گزرنے کے بعد اپنی ازواج کے پاس تشریف لائے۔

آپ ﷺ نے صفر میں علقمہ بن مجزز کو حبشہ کی جانب بھیجا۔ وہ گئے اور جنگ کی نوبت نہیں آئی، وہ واپس آگئے۔ (۲۱)

اسی سریے میں علقمہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ ایک عظیم الشان آگ روشن کریں، آگ جلانے کے بعد انہیں حکم دیا کہ اس میں کود جائیں۔ صحابہ کرام پیچھے ہٹے اور یہ حکم ماننے سے انکار کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دے، اس کی اطاعت نہ کرو۔

ربیع الاول میں قبیلہ بلی سے ایک وفد آپ ﷺ کے پاس آیا۔ رویفع بن ثابت بلوی کے ہاں یہ لوگ ٹھہرے۔

بنی ثعلبہ بن منقذ کا وفد بھی آیا، ان میں سعد ہذیم بھی تھے۔

قبیلہ لخم کے دارین میں سے یہ دس حضرات آئے: ہانی بن حبیب، فاکہ بن نعمان، جبلہ بن مالک، ابو ہند بن براور ان کے بھائی: طیب بن بر، تمیم بن اوس، نعیم بن اوس، یزید بن قیس، عروہ بن مالک اور ان کے بھائی: مرہ بن مالک۔ انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں ہدیے کے طور پر شراب کا مشکیزہ پیش کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام قرار دے دیا ہے۔ انہوں نے اسے بیچنا چاہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس ذات نے اس کا پینا حرام کیا ہے، اسی نے اس کا بیچنا بھی حرام کیا ہے۔

بنی اسد کے وفد نے آکر کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کا قاصد آنے سے پہلے ہی ہم آپ کے پاس

آ گئے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی:

یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ O (۲۲)

یہ لوگ آپ پر اپنے اسلام لانے کا احسان رکھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو، بل کہ اللہ نے تم پر احسان کیا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی راہ دکھائی، اگر تم سچے ہو۔

عروہ بن مسعود بن معتب ثقفی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔ اسلام لانے کے بعد انہوں نے اپنی قوم میں واپس لوٹنے اور ان کو اسلام کی دعوت دینے کی اجازت چاہی، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تمہیں قتل نہ کردیں، عروہ نے کہا: میں انہیں پہلوٹھے بیٹوں سے زیادہ محبوب ہوں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ عروہ نے اپنی قوم میں واپس آ کر انہیں اسلام کی دعوت دی، اور اپنے کمرے کی چھت پر چڑھ کر صبح کی اذان دی تو بنی ثقیف کے ایک آدمی نے تیر سے نشانہ بنا کر انہیں قتل کردیا۔

آپ ﷺ نے ضحٰک بن سفیان کلابی کو ایک سریے کے ساتھ قرطا روانہ فرمایا، غدیر الزج میں انہیں نشانہ بنایا گیا۔ آپ ﷺ نے اہل قرطا کی طرف ایک والا نامہ بھی ارسال فرمایا تھا، جسے انہوں نے اپنے پانی کے ڈول کے نیچے بہ طور پیوند جوڑ دیا۔

آپ ﷺ نے ربیع الثانی میں علی بن ابی طالب کو ایک سریے میں طے کے علاقے فلس کی طرف بھیجا، علی نے اچانک ان پر دھاوا بولا، اور ان کی عورتوں کو قیدی بنایا، ان میں عدی بن حاتم کی بہن بھی تھیں۔

رجب میں آپ ﷺ نے لوگوں کو نجاشی کی موت کی خبر سنائی، اور فرمایا: اپنے دوست کی نمازِ جنازہ پڑھو۔ آپ کھڑے ہوئے اور نماز جنازہ ادا فرمائی، صحابہ کرام بھی آپ ﷺ کے پیچھے صفیں باندھ کر کھڑے ہوگئے، آپ ﷺ نے چار تکبیریں کہیں۔

غزوۂ روم کی تیاری

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب گرمی کی شدت اور قحط سالی کے بعد پھل پک کر تیار ہوگئے اور درختوں کے سائے اچھے لگنے لگے۔ آپ ﷺ جب بھی کسی غزوے کے لیے تشریف لے جاتے تو کسی دوسری جانب کا رخ کرتے، تاکہ دشمن کو اندازہ نہ ہوسکے کہ کس سمت میں روانگی ہے، سوائے اس غزوۂ

تبوک کے، یہاں آپ ﷺ نے طویل فاصلے اور زمانے کی شدت کا احساس کرتے ہوئے توریہ نہیں فرمایا، بل کہ واضح طور پر غزوۂ روم کے لیے تیاری کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے مال داروں کو خرچ کرنے اور سواری کے جانور فراہم کرنے کی تحریض اور ترغیب دی۔ مال داروں نے ثواب کی نیت سے خوب سواریاں مہیا کیں، عثمان بن عفان نے اس معاملے میں جس طرح بے دریغ خرچ کیا، دوسرا کوئی اس طرح خرچ کرنے میں ان کی ہم سری نہ کرسکا۔ (۲۳)

سات غریب مسلمان آپ ﷺ کے پاس روتے ہوئے آئے اور غزوے میں شرکت کے لیے سواری فراہم کرنے کی استدعا کی، آپ ﷺ نے فرمایا:

لَآ اَجِدُ مَآ اَحۡمِلُكُمۡ عَلَيۡهِ تَوَلَّوۡا وَّاَعۡيُنُهُمۡ تَفِيۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوۡا مَا يُنۡفِقُوۡنَ (۲۴)

آپ نے ان سے کہہ دیا تھا کہ میرے پاس تمہیں سوار کرانے کے لیے کچھ نہیں تو وہ آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے واپس لوٹ گئے کہ ان کو سفر خرچ میسر نہیں۔

وَ جَآءَ الۡمُعَذِّرُوۡنَ مِنَ الۡاَعۡرَابِ لِيُؤۡذَنَ لَهُمۡ (۲۵)

اور صحرانشینوں میں سے کچھ بہانے کرنے والے آئے، تاکہ ان کو بھی اجازت مل جائے۔

یہ بنوغفار کے لوگ تھے، انہوں نے عدم شرکت کے طرح طرح کے عذر پیش کیے۔ مسلمانوں کی ایک جماعت بھی باوجود شرکت کی نیت کے آپ ﷺ کے ساتھ جانے سے رہ گئی، یہ لوگ کسی قسم کے شک یا شبہے میں گرفتار نہیں تھے، ان میں کعب بن مالک بنی سلمہ کے حلیف، بنی عمرو بن عوف کے حلیف مرارۃ بن ربیع، بنوواقف کے حلیف ہلال بن امیہ اور بنی سالم کے حلیف ابوخیثمہ بھی تھے، یہ سچے تھے، ان کے اسلام پر کوئی تہمت نہیں لگائی گئی۔ آپ ﷺ مدینے سے روانہ ہوئے اور ثنیۃ الوداع پر لشکر کو پڑاوَ ڈالنے کا حکم دیا، عبداللہ بن ابی بن سلول نے اس ٹیلے کے نیچے اپنے فوج کے ساتھ پڑاوَ ڈالا۔ علی بن ابی طالب کو آپ ﷺ نے گھربار کی دیکھ بھال کے لیے آپ کا نائب بن کر پیچھے رہنے کا حکم دیا، بنی غفار کے حلیف سباع بن عرفطہ کو مدینے کا نگراں بنایا گیا، منافقین نے کہا: اللہ کی قسم! اسے ہم پر پیچھے اس لیے چھوڑا ہے کہ یہ آپ ﷺ پر بوجھ ہے۔ حضرت علی نے جب یہ سنا تو اپنا اسلحہ لے کر نکل پڑے، آپ ﷺ جرف میں قیام پذیر تھے، علی وہاں آپ سے آملے اور کہا: اے اللہ کے نبی! منافقین یہ سمجھتے ہیں کہ آپ نے مجھے بوجھ ہونے کے باعث پیچھے چھوڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جھوٹ بول رہے ہیں، میں نے

تم کو اپنے نائب کے طور پر پیچھے چھوڑا ہے، جاؤ اور میرے اور اپنے اہل و عیال کی میرے نائب کی طرح دیکھ بھال کرو، کیا تمھیں پسند نہیں کہ تم میرے لیے ایسے ہو، جسے حضرت موسیٰ کے لیے ہارون تھے، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

حضرت علی مدینے لوٹے اور آپ ﷺ آگے روانہ ہوئے، دیگر منافقین کے ہم راہ عبداللہ بن ابی بھی پیچھے رہ گیا۔ آپ ﷺ نے جب مقامِ حجر میں قیام فرمایا تو وہاں کے کنویں سے لوگوں نے پانی پیا، جب یہ لوگ پانی پی کر لوٹے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے پانی سے کچھ مت پیو، نہ نماز کے لیے وضو کرو، اس پانی سے اگر تم نے آٹا گوندھا ہے تو اسے جانوروں کے سامنے ڈال دو، اور اس سے کچھ نہ کھاؤ۔

پھر آپ ﷺ نے دعا فرمائی، اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا، بادل برسا اور لوگوں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور وضو کیا۔ (۲۶)

اس سفر کے ایک جائے قیام میں آپ ﷺ کی اونٹنی گم ہوگئی، ایک منافق نے کہا: کیا محمد کا یہ دعویٰ نہیں کہ وہ نبی ہے اور تمھیں آسمان کی خبریں بتاتا ہے، اور اب حال یہ ہے کہ اپنی اونٹنی سے بے خبر ہے! آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں کچھ نہیں جانتا، مگر وہ جو مجھے اللہ تعالیٰ سکھادے، اور اس نے مجھے بتایا ہے کہ اونٹنی فلاں وادی کی ایسی ایسی گھاٹی کے درمیان ایک درخت کی شاخوں میں لگام پھنسنے کی وجہ سے کھڑی ہوئی ہے۔ مزید فرمایا: جاؤ اور اسے لے کر آؤ۔ صحابہ کرام گئے اور اسے لے آئے۔

آپ ﷺ آگے بڑھے تو مختلف لوگ پیچھے رہ گئے، ساتھ جانے والے کہنے لگے: بہ خدا! اے اللہ کے رسول! فلاں پیچھے رہ گیا، آپ ﷺ فرماتے: اسے چھوڑ دو، اگر اس میں بھلائی ہوئی تو اللہ تعالیٰ اسے تمہارے ساتھ ملا دیں گے، یہاں تک کہ آپ سے کہا گیا: اے اللہ کے رسول! ابوذر بھی پیچھے رہ گیا، اس کی سواری نے اسے آہستہ چلنے پر مجبور کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، اگر اس میں بھلائی ہوئی تو اللہ تعالیٰ اسے تمہارے ساتھ ملا دیں گے۔ ابوذر کا اونٹ جب آہستہ چلنے لگا تو ابوذر نے اس پر سے اپنا سامان لے کر اپنی پیٹھ پر لادا اور اونٹ چھوڑ کر اسلامی لشکر کے پیچھے چل پڑے۔ ایک مسلمان نے دور سے دیکھ کر کہا: اے اللہ کے رسول! ایک شخص تنہا راستے پر چلتا ہوا آرہا ہے! آپ ﷺ نے فرمایا: ابوذر ہوگا۔ لوگوں نے غور سے دیکھا تو کہا: اے اللہ کے رسول! بہ خدا! یہ ابوذر ہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ ابوذر پر رحم فرمائے، یہ تنہا زندہ رہے گا، تنہا مرے گا، اور تنہا حشر کے میدان میں اٹھے گا۔

آپ ﷺ تبوک پہنچے تو والیٔ ایلہ یوحنا بن رؤبہ آپ کے پاس آیا، صلح کرنے اور جزیہ دینے کی

درخواست کی۔ جربا اور اذرح کے لوگ بھی جزیہ دینے کے لیے آئے، ہر ایک کے لیے آپ ﷺ نے معاہدے کی دستاویز تیار فرمائی، جو ان کے پاس موجود ہے۔ یوحنا بن رؤبہ کے لیے تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ امان نامہ اللہ اور نبی محمد کی طرف سے یوحنا بن رؤبہ، اس کے شہر کے باشندوں اور بر و بحر میں ان کے خانہ بدوشوں کے لیے ہے، یہ سب لوگ، اور ان کے ساتھ جو اہل شام، اہل یمن اور اہل بحر ہیں، سب کے سب اللہ اور نبی محمد کی ذمے داری میں ہیں۔ ان میں سے اگر کسی نے معاہدے کی خلاف ورزی کی تو اس کا مال، اس کی جان کا ضامن نہیں بن سکے گا، اور اس کا مال جو لے لے، اس کے لیے حلال ہوگا، کسی کے لیے جائز نہیں کہ ان کو کسی بھی پانی کے پینے اور بر و بحر کے راستے پر چلنے سے روکے۔ (۲۷)

اہل جربا اور اذرح کے لیے تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ تحریر نبی محمد کی طرف سے اہل اذرح کے لیے ہے، یہ سب اللہ اور محمد کی امان کی وجہ سے مامون و محفوظ ہیں۔ ہر رجب میں انہیں سو دینار پورے کے پورے دینا واجب ہے۔ ان کو نصیحت اور ان پر احسان کا اللہ کفیل ہے، اور کفیل ہے اس مسلمان کا جو ان کے پاس پناہ لینے کے لیے آئے۔

بنی سالم کے ابوخیثمہ آپ ﷺ کے مدینے سے نکلنے کے بعد ایک گرم دن اپنے اہل و عیال میں واپس آئے۔ دیکھا کہ ان کی دونوں بیویاں باغ میں اپنے اپنے چھپروں میں ہیں، دونوں نے اپنے چھپروں پر پانی کا چھڑکاؤ کیا ہوا ہے، پانی ٹھنڈا کر کے رکھا ہوا ہے، اور کھانا بھی موجود ہے، جب ابوخیثمہ باغ میں داخل ہوئے تو چھپر کے دروازے پر کھڑے ہو کر اپنی دونوں بیویوں اور ان کے کاموں کی طرف دیکھنے لگے، پھر کہا: آپ ﷺ تو ہوا اور گرمی میں ہوں اور ابوخیثمہ ٹھنڈے سائے، تیار کھانے، خوب صورت بیوی اور مال و دولت کے مزے اڑائے! یہ کوئی انصاف نہیں۔ پھر کہا: اللہ کی قسم! میں تم دونوں میں سے کسی کے چھپر میں داخل نہیں ہوں گا، جب تک کہ آپ ﷺ کے ساتھ جا نہ ملوں۔ دونوں نے ابوخیثمہ کو زادِراہ تیار کر کے دیا، پھر اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور آپ ﷺ کی تلاش میں چل پڑے۔

ابوخیثمہ ابھی راستے ہی میں تھے کہ عمیر بن وہب جمحی سے ملاقات ہوگئی، وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ جا ملنے کے لیے روانہ ہوئے تھے، دونوں ساتھ ساتھ چلنے لگے، جب تبوک کے قریب ہوئے تو ابوخیثمہ نے عمیر بن وہب سے کہا: مجھ سے گناہ سرزد ہوا ہے، اگر تم کچھ دیر کے لیے پیچھے ہو جاؤ اور میں اکیلا آپ ﷺ

کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں؟ عمیر نے اسی طرح کیا، ابوخیثمہ چلے، آپ ﷺ تبوک میں قیام پذیر تھے، جب یہ آپ ﷺ کے قریب ہوئے، لوگوں نے کہا: یہ راستے میں کوئی سوار چلا آ رہا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ابوخیثمہ ہوگا۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! بہ خدا! یہ ابوخیثمہ ہی ہے۔ اپنی اونٹنی کو بٹھا کر آپ ﷺ کے پاس آئے، سلام کیا اور سارا قصہ سنایا، آپ نے ان سے خیر کی بات کی اور انہیں خیر کی دعا دی۔

آپ ﷺ نے خالد بن ولید کو بلایا اور انہیں اکیدر دومہ کی طرف روانہ فرمایا۔ اس کا پورا نام اکیدر ابن عبدالملک تھا، یہ کندہ کا رہنے والا، عیسائی اور ان کا بادشاہ تھا، آپ ﷺ نے خالد سے فرمایا: تم اسے جنگلی گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے۔

خالد جب اس کے قلعے سے اتنے فاصلے پر پہنچے، جہاں سے آسانی کے ساتھ قلعے کو دیکھا جا سکے تو انہوں نے دیکھا کہ چاند کی صاف ستھری روشنی نے سارا علاقہ روشن کر رکھا تھا، اکیدر اپنی بیوی کے ساتھ چھت پر تھا، انہوں نے دیکھا کہ ایک گائے اپنے سینگوں سے محل کا دروازہ کھجا رہی ہے، اکیدر کی بیوی نے کہا: کیا تم نے کبھی ایسی خوب صورت گائے دیکھی ہے؟ اکیدر نے کہا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں، بیوی نے کہا: اسے کون چھوڑ سکتا ہے؟ اکیدر نے کہا: کوئی بھی نہیں۔ اکیدر دومہ قلعے سے اترا، گھوڑے کے اوپر زین کسنے کا حکم دیا اور اپنے گھر کے چند افراد، جن میں حسان بھی تھا، کے ساتھ شکار پر نکلا۔ یہ لوگ گائے کے تعاقب میں لگے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کے دستے نے خالد بن ولید کے ہم راہ انہیں آلیا، انہوں نے اکیدر کے بھائی حسان کو قتل کیا۔ حسان نے سونے کی تار سے کڑاھی کی ہوئی ریشمی قبا زیب تن کی ہوئی تھی۔ خالد بن ولید نے یہ قبا اتار کر آپ ﷺ کے پاس بھجوائی، جب یہ قبا آپ کے پاس پہنچی تو مسلمان اسے ہاتھ لگا کر دیکھتے اور تعجب کرتے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اسے دیکھ کر حیرت کا اظہار کرتے ہو؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے! جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے اچھے ہیں۔

اکیدر کو لے کر خالد بن ولید آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے اسے قتل نہیں کیا اور جزیے پر صلح فرمائی اور اسے آزاد کر دیا۔ وہ اپنے گاؤں واپس آ گیا۔ (۲۸)

کعب بن مالک کو نہ پا کر آپ ﷺ نے ان کے بارے میں پوچھتے ہوئے فرمایا: کعب بن مالک نے کیا کیا؟ بنی سلمہ کے ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس کی دونوں چادروں (یعنی لباس) اور دونوں پہلوؤں کو دیکھنے سے اسے روکے رکھا۔ معاذ بن جبل نے کہا: اللہ کی قسم! تو نے بہت بری بات کہی، بہ خدا! اے اللہ کے رسول! ہم نے اس کے بارے میں اچھی باتیں ہی سنی ہیں۔ آپ ﷺ نے

سکوت فرمایا۔

آپ ﷺ نے تقریباً دس روز تک تبوک میں قیام فرمایا، اس سے آگے نہیں بڑھے، نماز قصر کے ساتھ ادا فرمائیں، یہیں سے آپ ﷺ مدینے واپس لوٹے۔

راستے میں ایک وادی جس کا نام مشقق تھا، پانی کا جھرنا تھا، یہ پانی ایک اندرونی آبشار سے بہتا ہوا آتا تھا، ایک دو یا تین مسافروں ہی کے لیے کافی ہوتا، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی ہم سے پہلے اس پانی تک پہنچ جائے تو اس سے تھوڑا سا بھی نہ پیے، جب تک ہم نہ آجائیں۔ آپ ﷺ جب اس کے پاس آئے تو اس میں کلی کر کے منہ سے پانی پھینکا، اور دعا فرمائی، پانی ابل پڑا، لوگوں نے پانی پیا اور اپنی ضروریات پوری کیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم زندہ رہے یا تم میں سے کوئی زندہ رہا تو اس وادی کے بارے میں سنو گے کہ یہ اپنے دائیں بائیں اور عقب کی وادیوں سے زیادہ سرسبز وشاداب ہے۔ یہ پانی آج تبوک کا فوارہ ہے۔

راستے میں آپ ﷺ ایک مقام پر قیام پذیر تھے کہ عبداللہ ذوالبجادین کا انتقال ہوگیا، ان کے لیے لحد تیار کی گئی، آپ ﷺ قبر میں اترے اور ابوبکر وعمر میت کو لٹکا کر آپ کے حوالے کرنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کو مجھے دینے کے لیے لٹکاؤ۔ انہوں نے میت کو لٹکا کر حوالے کیا، جب انہیں لحد میں رکھنے کے لیے تیار کیا جانے لگا تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! میں اس سے راضی ہوگیا تھا، تو بھی اس سے راضی ہوجا۔ عبداللہ بن مسعود نے بے اختیار کہا: اے کاش! اس قبر میں میری لاش اتر رہی ہوتی۔

مسلمان کہہ رہے تھے کہ آج کے بعد جہاد ختم ہوگیا، آپ ﷺ نے فرمایا: عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے اترنے تک جہاد باقی رہے گا۔

تبوک سے مدینے تک ہر جائے قیام میں آپ ﷺ نے مسجدیں بنائیں، یہ مساجد آج تک معروف ہیں، ان میں سب سے پہلی مسجد تبوک ہے، پھر مدران ٹیلے پر، ذات الزراب میں، اخضر میں مسجد، ذات الخطمی میں مسجد، ذات بترا میں مسجد، مقام شق میں مسجد، ذی الجیفہ میں مسجد، مقام صدر میں مسجد، وادی قری میں مسجد، رقعہ میں مسجد، ذی مروہ میں مسجد، مقام فیفا میں مسجد، ذی خشب میں مسجد۔

آپ ﷺ مدینے تشریف لے آئے، آپ جب بھی سفر سے تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسجد جاتے اور دو رکعتیں ادا کرنے کے بعد لوگوں کے لیے بیٹھتے۔ اس بار جب آپ نے ایسا کیا تو پیچھے رہ

جانے والے جن میں کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ وغیرہ تھے، آئے اور قسمیں کھا کر اپنے اعذار پیش کرنے لگے، یہ اسّی اور نوے کے درمیان لوگ تھے، آپ ﷺ ان کی نیت کے موافق ان کے عذر کو قبول فرماتے اور ان کے باطن کو اللہ کے حوالے فرماتے، یہاں تک کہ کعب بن مالک آئے، سلام کیا، آپ ﷺ نے غضب آلود تبسم فرمایا، اور فرمایا: تمہیں کس چیز نے پیچھے رکھا؟ کیا تم نے سواری نہیں خریدی تھی؟ کعب نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! اگر میں آپ کے سوا کسی اور دنیادار کے پاس بیٹھا ہوتا تو آپ دیکھتے کہ میں اس کی ناراضی سے کوئی بھی عذر پیش کر کے نکل جاتا، مجھ میں دلائل پیش کرنے اور زبان چلانے کی صلاحیت ہے، لیکن اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ اگر آج میں نے جھوٹ بول کر آپ کو راضی اور خوش کر دیا تو قریب ہے کہ اللہ (سچ بتا کر) آپ کو مجھ سے ناراض کر دے، اور اگر آج میں سچ بولوں، جس سے آپ ناراض ہوں گے، لیکن مجھے اللہ کی طرف سے اچھے انجام کی امید ہوگی۔ اللہ کی قسم! مجھے کوئی عذر نہیں تھا، اللہ کی قسم! میں کبھی اتنا صحت مند اور مال دار نہیں رہا، جتنا آپ سے پیچھے رہ جانے کے وقت تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے سچ کہا، جاؤ اور اللہ کی طرف سے فیصلے کا انتظار کرو۔ کعب اٹھے تو ان کے ساتھ دفعتاً بنی سلمہ کے بہت سے لوگ اٹھ کر ان کے پیچھے چلنے لگے، یہ لوگ کعب سے کہنے لگے: ہمیں نہیں معلوم کہ اس سے پہلے تم نے کوئی گناہ کیا ہو، کیا تم اتنے عاجز ہو گئے تھے کہ دیگر پیچھے رہ جانے والوں کی طرح عذر پیش نہ کر سکے، تمہارے گناہ کے لیے آپ ﷺ کی استغفار کافی تھی، باری باری ان لوگوں نے کعب کو اتنی ملامت کی کہ انہوں نے دوبارہ آپ ﷺ کے پاس جانے اور خود کو جھٹلانے کا ارادہ کر لیا، لیکن پھر ان سے پوچھا: کیا یہ معاملہ کسی اور کے ساتھ بھی پیش آیا ہے؟ کہا: جی ہاں! دو آدمی ہیں جنہوں نے تمہاری طرح کہا اور انہیں جواب بھی وہی ملا، جو تمہیں ملا، کعب نے پوچھا: وہ دونوں کون ہیں؟ کہا: مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ واقفی۔

پھر آپ ﷺ نے ان سے بات چیت سے منع فرما دیا۔ مرارہ اور ہلال تو اپنے گھر میں بیٹھ گئے، کعب بن مالک چوں کہ ان میں جوان اور طاقت ور تھے تو یہ گھر سے باہر نکلتے، عام مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوتے، بازاروں میں جاتے، لیکن ان سے کوئی بھی بات نہ کرتا، نماز کے بعد آپ کی مجلس میں آتے اور دل ہی دل میں کہتے: کیا آپ ﷺ نے سلام کے جواب کے لیے اپنے ہونٹوں کو حرکت دی یا نہیں؟ آپ ﷺ کے قریب نماز پڑھتے اور چپکے چپکے آپ کی طرف دیکھتے۔ جب کعب نماز کے لیے نیت باندھ لیتے، تب آپ ﷺ انہیں دیکھتے، اور جب کعب کو اپنی طرف متوجہ پاتے تو منہ پھیر لیتے۔ مسلمانوں

کی طرف سے یہ رویہ کعب کے لیے نا قابل برداشت ہونے لگا۔

کعب نے راستے سے گزرتے ہوئے اپنے چچازاد اور سب سے محبوب بھائی ابوقتادہ کی دیوار پر چڑھ کر انہیں سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب نہیں دیا، کعب نے ان سے کہا: اے ابوقتادہ! میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں؟ وہ خاموش رہے، انہوں نے دوبارہ واسطہ دیا، وہ خاموش رہے، انہوں نے دوبارہ اعادہ کیا، تو ابوقتادہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ یہ سن کر کعب کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، انہوں نے دیوار پھلانگی اور دوسری طرف اتر کر بازار میں چلے گئے۔

کعب بازار میں جا رہے تھے کہ شام کا ایک نبطی جو غذائی اجناس لے کر مدینے میں بیچنے آیا تھا، کہہ رہا تھا: کون مجھے کعب بن مالک کے بارے میں بتائے گا؟ لوگ کعب کی طرف اشارہ کر کے اس کی راہ نمائی کرنے لگے، کعب اس کے پاس آئے تو اس نے شاہ غسان کا خط ان کے حوالے کیا، جو ریشم میں لپٹا ہوا تھا، اس میں لکھا تھا: اما بعد! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے دوست نے تم سے جفا کی ہے، اللہ نے تمہیں ذلت سہنے اور ضائع ہونے کے لیے پیدا نہیں کیا، ہمارے پاس آ جاؤ، ہم تمہاری دل جوئی کریں گے۔

کعب نے جب خط پڑھا تو کہا: یہ بھی ایک آزمائش ہے۔ میری موجودہ مصیبت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ ایک مشرک مجھ سے امید لگانے لگا ہے۔ خط کو تنور میں پھینکا اور اسے جلا ڈالا۔ چالیس دن تک یہی صورت حال رہی، چالیسواں دن گزرنے کے بعد آپ ﷺ کا قاصد آیا اور کہا: اللہ کے رسول تمہیں حکم دیتے ہیں کہ اپنی بیوی سے دور ہو جاؤ، کعب نے پوچھا: طلاق دوں یا کچھ اور؟ قاصد نے کہا: بل کہ ان سے دور رہو، قریب نہ جاؤ۔ مرارہ اور ہلال کو بھی یہی پیغام ملا۔ کعب نے اپنی بیوی سے کہا: اپنے میکے چلی جاؤ، اس وقت تک ان کے پاس رہو، جب تک اس معاملے کا اللہ تعالیٰ وہ فیصلہ نہ فرما دیں، جو وہ فرمانا چاہتے ہیں۔

ہلال بن امیہ کی بیوی آپ ﷺ کے پاس آئیں اور کہا: اے اللہ کے رسول! ہلال بن امیہ ایک معمر آدمی ہے، ان کے پاس کوئی خادم نہیں، کیا آپ کو برا لگے گا اگر میں ان کی خدمت کروں، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! لیکن وہ تمہارے قریب نہ آئے۔ کہا: اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! اسے میری کوئی حاجت نہیں، اس حادثے کے بعد وہ مسلسل آج تک رو رہے ہیں، اللہ کی قسم! مجھے ان کی بینائی چلے جانے کا ڈر ہے۔

اسی کیفیت میں دس روز مزید گزر گئے، جب بات چیت سے منع کیے ہوئے پچاس دن ہو گئے تو اگلے روز کعب بن مالک اپنے گھر کی چھت پر صبح کی نماز پڑھ رہے تھے، ان کی وہی کیفیت تھی، جسے اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ دنیا اپنی وسعت کے باوجود انہیں تنگ لگتی، حتیٰ کہ اپنا دم بھی گھٹتا ہوا محسوس ہوتا تھا، ایسی حالت میں اچانک سلع پہاڑی کے اوپر سے کسی نے چلا کر کہا: اے کعب بن مالک! خوش ہو جاؤ۔

یہ سن کر کعب سجدے میں گر گئے اور جان گئے کہ خوشی کے دن آ گئے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد لوگوں کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کی توبہ قبول فرمالی ہے۔ پھر کعب خوش خبری دینے والے کے پاس آئے اور اسے اپنے کپڑے اتار کر دے دیے، خود دو مستعار کپڑے پہن کر آپ ﷺ کی طرف چل پڑے، راستے میں لوگ کعب کو مبارک باد دینے لگے اور کہنے لگے: اللہ کی طرف سے توبہ کی قبولیت مبارک ہو، مسجد میں آئے تو آپ ﷺ کے گرد بہت سارے لوگ جمع تھے، طلحہ بن عبید اللہ نے کھڑے ہو کر کعب کا استقبال کیا اور مبارک باد دی۔

جب کعب نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ نے خوشی سے دمکتے چہرے کے ساتھ فرمایا: خوش ہو جاؤ! ایک ایسے دن کے گزرنے سے جس سے بہتر دن تمہاری پیدائش سے آج تک نہیں گزرا۔ کعب نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟ فرمایا: بل کہ اللہ کی طرف سے۔ پھر کعب آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنے مال کو اللہ اور اس کے رسول کو صدقہ کر کے خود اس سے الگ ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تھوڑا اپنے پاس بچا کر رکھو کہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ کعب نے کہا: میں اپنے پاس خیبر کا حصہ رکھتا ہوں، پھر کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ کی وجہ سے نجات دی، اب میری توبہ یہ ہے کہ جب تک زندہ ہوں، کبھی سچ کے سوا کچھ نہ بولوں۔ (۲۹) تب آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (۳۰)

البتہ اللہ، نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مہاجروں اور انصار پر مہربان ہوا، جنہوں نے تنگی

کے وقت نبی کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ ان میں سے بعض کے دل ڈگمگانے کو تھے۔ پھر اللہ نے ان پر توجہ فرمائی۔ بلاشبہ اللہ ان پر بہت شفیق، مہربان ہے۔ اور اس نے ان تینوں پر (مہربانی کی) جو پیچھے رہ گئے تھے، یہاں تک کہ زمین کشادہ ہونے کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور وہ اپنی جانوں سے تنگ آ گئے اور وہ سمجھ گئے کہ اللہ کے سوا کہیں پناہ نہیں۔ پھر اللہ نے ان پر مہربانی کی، تاکہ وہ توبہ کریں۔ بے شک اللہ ہی بڑا توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے۔

بعد ازاں شعبان کے مہینے میں آپ ﷺ نے عویمر بن حارث بن عجلان، جنہیں عاصم بھی کہا جاتا ہے، اور ان کی بیوی کے درمیان عصر کے بعد مسجد میں لعان فرمایا۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ عویمر آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! اگر ہم میں سے کوئی اپنی بیوی کو بری حالت میں دیکھے تو کیا کرے؟ اگر بولے تو بہت بڑی بات ہے، اور اگر نہ بولے تب بھی بہت بڑی بات ہے۔ آپ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس سوال کے کچھ روز بعد عویمر دوبارہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے جو سوال آپ سے پوچھا تھا، اسی میں مبتلا ہوگیا ہوں، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ۝ (۳۱)

اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں اور ان کے پاس خود اپنی ذات کے سوا کوئی اور گواہ نہ ہو تو ایسے شخص کی گواہی کی صورت یہ ہے کہ وہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ بے شک وہ سچا ہے۔

آپ ﷺ نے عاصم کو بلایا، یہ آیتیں اس کے سامنے تلاوت کیں، اسے وعظ و نصیحت کی، یاد دہانی کرائی اور اسے بتایا کہ دنیا کی سزا آخرت کے عذاب سے بہتر ہے، عاصم نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو مبعوث فرمایا! میں نے جھوٹ نہیں بولا۔ پھر ان کی بیوی کو بلایا اور انہیں بھی اسی طرح وعظ و نصیحت کی، یاد دہانی کرائی اور بتایا کہ دنیا کی سزا آخرت کے عذاب سے بہتر ہے۔ اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں نے ایسا کام نہیں کیا۔ عاصم سے آپ ﷺ نے ابتدا کی، چناں چہ انہوں نے چار مرتبہ اللہ کا نام لے کر گواہی دی کہ وہ سچے ہیں، اور پانچویں گواہی اس طرح

دی کہ ان پر اللہ کی لعنت ہو، اگر وہ جھوٹ بولیں۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ پانچویں میں اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھیں، پھر انہیں کہا کہ ہوش یار رہو! یہ واجب کرنے والی ہے۔ پھر لعان کا دوسرا مرحلہ بیوی سے شروع کیا، چناں چہ انہوں نے چار دفعہ گواہی دی کہ عویمر جھوٹے ہیں، پانچویں مرتبہ اس طرح کہا کہ ان پر اللہ کا غضب نازل ہو، اگر عویمر سچے ہوں۔ یہ گواہیاں سن کر آپ ﷺ نے دونوں کے درمیان تفریق فرمادی اور بچہ ماں کے سپرد فرمایا۔ (۳۲)

شعبان میں ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا، صفیہ بنت عبدالمطلب نے انہیں غسل دیا، ان کی قبر میں علی، فضل اور اسامہ اترے۔

رمضان نے آپ ﷺ کے پاس حمیر کے شاہوں کا خط آیا، جس میں اسلام لانے کا اقرار تھا، جواباً آپ ﷺ نے انہیں خط لکھا اور عمرو بن حزم کے ہاتھ یہ خط بھیجا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ کے رسول محمد کی طرف سے شرحبیل بن عبد کلال، حارث بن عبد کلال کے نام، جو ذی رعین، معافر اور ہمدان کے بادشاہ ہیں، اما بعد! تمہارا قاصد لوٹ گیا، اور تم نے اللہ کی طرف سے عطا کردہ غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کر دیا اور جو زمین نہر یا جانور سے سیراب کی جائے، اس کی پیداوار میں جب وہ پانچ وسق تک پہنچ جائے تو عشر ہے، اور وہ زمین جسے ہاتھوں اور ڈول سے سیراب کیا جائے، اس کی پیداوار جب پانچ وسق تک پہنچ جائے تو اس میں نصف عشر ہے۔ خود سے چر کر پیٹ بھرنے والے ہر پانچ اونٹوں میں ایک بکری ہے، جب تک چوبیس تک نہ پہنچ جائے، اور چوبیس پر ایک بھی بڑھ جائے تو اس میں بنت مخاض (جس کا دوسرا سال شروع ہو چکا ہو) ہے، اور اگر بنت مخاض نہ ہو تو مذکر ابن لبون (جس کا تیسرا سال شروع ہو چکا ہو) بھی دیا جا سکتا ہے، یہاں تک کہ یہ اونٹ ۳۵ تک پہنچ جائیں، اور ۳۵ پر ایک اونٹ بھی زیادہ ہو جائے تو اس میں بنت لبون (جس کا تیسرا سال شروع ہو چکا ہو) ہے، پینتالیس تک، اور جب پینتالیس سے ایک بھی زیادہ ہو جائے تو اس میں حقہ طروقۃ الجمل (جس کا چوتھا سال شروع ہو چکا ہو) ہے، ساٹھ تک، اور جب ساٹھ سے ایک بھی زیادہ ہو جائے تو اس میں جذعہ (جس کا پانچواں سال شروع ہو چکا ہو) ہے، پچھتر تک، پچھتر سے نوے تک میں دو بنت لبون ہیں، نوے سے ایک بھی زیادہ ہو جائے تو اس میں دو حقے طروقۃ الجمل ہیں،

ایک سو بیس تک۔ چناں چہ ایک سو بیس کے بعد ہر چالیس میں بنت لبون ہے اور ہر پچاس میں حقہ طروقۃ الجمل ہے، اور ہر تیس میں باقورہ، یعنی تبیع جذع اور جذعہ ہے، اور ہر چالیس باقورہ میں ایک گائے ہے۔

ہر چالیس سائمہ بکریوں میں ایک بکری ہے، ایک سو بیس تک، ایک سو اکیس سے دو سو تک دو بکریاں اور دو سو سے ایک بھی زائد ہو جائے تو تین بکریاں ہیں، تین سو تک۔ اب ہر سو میں ایک بکری ہے۔

صدقے میں کم زور، لاغر اور عیب والا جانور نہیں لیا جائے گا۔

متفرق (یعنی مختلف جانوروں کو جمع کر کے ایک نصاب بنانا) کو جمع نہیں کیا جائے گا، نہ ایک جیسے جانوروں کو صدقہ دینے کے خوف سے متفرق کیا جائے گا۔ دو مخلوط نصابوں سے جو لیا جائے تو وہ دونوں کے درمیان برابر تقسیم ہو گا۔

ہر پانچ اوقیہ چاندی میں پانچ درہم ہیں، پانچ سے زائد ہر چالیس درہم میں ایک درہم ہے، پانچ اوقیہ سے کم میں کچھ نہیں۔ ہر چالیس دینار میں ایک دینار ہے۔ (۳۳)

محمد اور ان کے اہل بیت کے لیے صدقہ کھانا حلال نہیں، یہ تو صرف میل کچیل ہے، جس کے ذریعے سے خود کو پاک کیا جاتا ہے، اور جسے مسلمان فقرا اور اللہ کی راہ میں خرچ کیا جاتا ہے۔

غلاموں، زرعی زمین اور کسانوں میں کچھ نہیں، جب کہ اس زمین کا صدقہ عشر کی صورت میں ادا کر دیا جاتا ہے۔

مسلمان کے غلام اور سواری کے گھوڑے میں کوئی زکوٰۃ نہیں۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا کبیرہ گناہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، بلا وجہ کسی مومن کو قتل کرنا، لڑائی کے دوران اللہ کی راہ سے فرار ہونا، والدین کی نافرمانی کرنا، پاک باز خاتون پر تہمت لگانا، جادو سیکھنا، سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا ہے۔

بے شک عمرہ حج اصغر ہے۔ قرآن کو وہی چھوئے، جو پاک ہو۔ مالک ہونے سے پہلے طلاق نہیں ہوتی، نہ خریدنے سے پہلے فروخت کیا جا سکتا ہے۔ تم میں سے کوئی ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کاندھوں پر کوئی کپڑا نہ ہو۔ ایک کپڑے میں دونوں

ٹانگیں اٹھا کر اس طرح نہ بیٹھو کہ شرم گاہ اور آسمان کے درمیان کوئی حائل نہ ہو۔ تم میں سے کوئی ایسے ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے کہ اس کا چاک کھلا ہوا ہو۔ تم میں سے کوئی بالوں کی چوٹی باندھ کر نماز نہ پڑھے۔ اگر کسی نے مسلمان کو قتل کیا اور قتل پر گواہ بھی ہوں تو قصاص ہی ہے، سوائے اس کے کہ قاتل مقتول کے اولیا کو راضی کر دے۔

جان کی دیت سو اونٹ ہیں، ناک کی دیت جب اس کے نرم حصے کو کاٹا گیا ہو، دیت ہے۔

زبان میں دیت ہے۔

سر کی اندرونی چوٹ میں ایک تہائی دیت ہے، پیٹ کی اندرونی چوٹ میں ایک تہائی دیت ہے، ہڈی کو جگہ سے ہلا دینے والی چوٹ میں پندرہ اونٹ دیت ہے، دانت توڑنے کی صورت میں پانچ اونٹ دیت ہے، ہڈی کو ظاہر کر دینے والے زخم میں پانچ اونٹ دیت ہے۔ مرد کو عورت کے قتل کے بدلے قتل کیا جا سکتا ہے، اہل ذہب پر سو دینار ہیں۔

یہ خط اہل یمن کو پڑھ کر سنایا گیا۔

پھر آپ ﷺ نے معاذ بن جبل کو یمن کی طرف روانہ فرمایا، بیان کیا گیا ہے کہ آپ صبح کی نماز پڑھ کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اے گروہِ مہاجرین وانصار! تم میں سے کوئی یمن جائے گا؟ عمر بن خطاب کھڑے ہوئے اور کہا: میں، اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے سکوت فرمایا۔ پھر پوچھا: اے گروہِ مہاجرین وانصار! تم میں سے یمن جانے کے لیے کون تیار ہے؟ معاذ بن جبل کھڑے ہوئے اور کہا: میں، اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: معاذ! اس مہم کے تم ہی اہل ہو، اے بلال! میرا عمامہ لاؤ۔ بلال آپ ﷺ کا عمامہ لائے، آپ نے ان کے سر پر عمامہ باندھا، پھر آپ اور مہاجرین وانصار معاذ کو رخصت کرنے نکلے، معاذ سوار تھے اور رسول اللہ ﷺ ان کی سواری کی ایک طرف چل رہے تھے، پھر فرمایا:

اے معاذ! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، سچ بولنے، امانت ادا کرنے، خیانت چھوڑنے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے، نرمی برتنے، پڑوسی کا خیال رکھنے، نرم لہجے میں گفت گو کرنے، سلام کا جواب دینے، قرآن کا علم حاصل کرنے، حساب سے ڈرنے اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے کی وصیت کرتا ہوں۔

اے معاذ! زمین کو خراب نہ کرنا، کسی مسلمان کو گالی نہ دینا، کسی جھوٹے کی تصدیق اور کسی سچے کی تکذیب نہ کرنا، اپنے امیر کی نافرمانی نہ کرنا۔

تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جانے والے ہو، تو تم کو جس چیز کی سب سے پہلے دعوت دینی چاہیے، وہ اللہ کی عبادت ہے، جب وہ اللہ کو جان جائیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، جب وہ یہ کرلیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے، جو ان کے اموال سے لی جائے گی اور ان کے فقرا میں تقسیم کردی جائے گی، اگر وہ یہ باتیں مان لیں تو لوگوں کے اچھے مال میں سے زکوٰۃ لو۔

اے معاذ! میں تمہارے لیے وہی پسند کرتا ہوں، جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں، اور تمہارے لیے وہی ناپسند کرتا ہوں جو اپنے لیے کرتا ہوں۔

اے معاذ! اگر تجھ سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کرلیا کرو، مخفی گناہ کی مخفی توبہ، علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ۔

اے معاذ! آسانی کرو، مشکل پیدا نہ کرو، ہر ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، تا کہ قیامت کے دن یہ تمہاری گواہی دیں۔

اے معاذ! مریض کی عیادت کرو، بیواؤں، کم زوروں کی حاجت روائی میں جلدی کرو، مساکین اور فقرا کے ساتھ مجالست اختیار کرو، اپنے حقوق کے بارے میں لوگوں سے انصاف کا معاملہ کرو، جہاں کہیں ہو حق بات کہو، اللہ کے دین کے بارے میں تمہیں ملامت گروں کی ملامت کی پرواہ نہ ہو، جس حال میں مجھے چھوڑے جا رہے ہو، اسی میں مجھ سے ملنا۔

معاذ نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، اے اللہ کے رسول! آپ نے ایک عظیم ذمے داری میرے سپرد کی ہے، اس لیے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے، جو ذمے داری آپ نے سونپی ہے، اس سے عہدہ برا ہو سکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کے لیے دعا فرمائی اور انہیں رخصت کیا۔ (۳۴) آپ اور صحابہ کرام مدینے واپس آگئے۔

پھر معاذ نے ابوموسیٰ اشعری کو اپنا ردیف بنایا، صنعا پہنچے تو منبر پر جا کر اللہ کی حمد و ثنا بیان کی، ان کے سامنے عہد پڑھا اور منبر سے اتر آئے، صنعا کے سردار آئے اور کہا: اے معاذ! یہ آپ کا گھر ہے، ہم نے آپ کے لیے بنایا ہے، اور یہ گھر ہم نے آپ کے لیے خالی رکھا ہے، معاذ نے کہا: اسی بات کی میرے حبیب نے مجھے وصیت کی، مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے وصیت کی کہ تجھے اللہ کے احکام کے بارے میں

ملامت کی پرواہ نہیں ہونی چاہیے۔

معاذ بن جبل کے قرض خواہوں نے جب ان پر سختی کی تو آپ ﷺ نے انہیں جدا فرمایا اور یمن بھیج دیا، فرمایا: شاید اللہ تعالیٰ کوئی سبیل پیدا فرمادے۔

آپ ﷺ کے پاس تیرہ افراد پر مشتمل کلاب کا وفد آیا۔ ان میں لبید بن ربیعہ بھی تھے۔

پھر آپ ﷺ نے عربوں کی ایک جماعت کے ساتھ سریہ بنی تمیم کی طرف روانہ فرمایا، اس سریے میں نہ مہاجرین میں سے کوئی تھا، نہ انصار میں سے۔ انہوں نے اچانک بنی تمیم پر حملہ کیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کیا، بیس آدمی بھی گرفتار کیے اور انہیں لے کر مدینے آئے۔

آپ ﷺ نے حسان کے لیے منبر رکھا، اس پر کھڑے ہوئے، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جبریل کے ذریعے حسان کی مدد فرماتا ہے۔ لوگوں نے کہا: ان کا شاعر ہمارے شاعر سے بڑا اور ان کا خطیب ہمارے خطیب سے اچھا مقرر ہے۔

طائف کا وفد آیا اور مغیرہ بن شعبہ کے ہاں قیام کیا، وفد نے صلح کا مطالبہ کیا، آپ ﷺ نے خالد بن سعید بن عاص کو حکم دیا کہ ان کے لیے صلح کی دستاویز تیار کریں۔

شوال کا مہینہ ختم ہونے سے کچھ دن قبل عبداللہ بن ابی بن سلول بیمار ہوا اور ذی قعدہ میں انتقال ہوا، آپ ﷺ اس کی عیادت کیا کرتے تھے، جب وہ مرگیا تو اس کا بیٹا آپ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! اپنی قمیص عطا فرمائیے، تاکہ اس میں اسے کفن دوں، آپ ﷺ نے اپنی قمیص انہیں عطا فرمائی، آپ ﷺ عبداللہ کی قبر پر آئے اور نماز جنازہ ادا کی تو یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ (۳۵)

اور ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ کبھی اس کی نماز نہ پڑھیے اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ بے شک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور وہ نافرمانی کرتے کرتے مر گئے۔

بنی فزارہ کا تقریباً دس افراد پر مشتمل وفد آیا، ان میں خارجہ بن حصن بھی تھے۔

بنی عذرہ کا تیرہ افراد پر مشتمل وفد آیا، انہوں نے مقداد بن عمرو کے ہاں قیام کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب استطاعت پر حج فرض فرمایا۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر کو مدینے سے

تین سو افراد کے ہم راہ حج کرنے کے لیے بھیجا، ان کے ساتھ بیس اونٹ بھی بھیجے، ان کے گلے میں بُنی ہوئی رسیوں کے ہار ڈالے، ان ہاروں کو حضرت عائشہ نے اپنے ہاتھوں سے بُنا تھا، یہ ان اونٹوں کے گلوں میں ڈالے اور شعار بھی کیا۔ ابوبکر نے اپنے لیے قربانی کے پانچ اونٹ لیے، عبدالرحمٰن بن عوف نے بھی ابوبکر کے ساتھ حج کیا۔ یہ قافلہ جب مقام عرج پہنچا تو صبح کے وقت ابوبکر نے قافلے کے عقب میں اونٹنی کی آواز سنی، حضرت ابوبکر اس وقت نماز کی تکبیر کہنے والے تھے، یہ آواز سن کر رک گئے، اور کہا: یہ آواز آپ ﷺ کی اونٹنی جدعا کی ہے۔ شاید آپ ﷺ کا ارادہ بھی حج کا ہوا ہے، شاید یہ آپ ہوں تو ہم ان کے ساتھ نماز ادا کریں۔ اونٹنی جب قریب آئی تو دیکھا کہ اس پر حضرت علی سوار ہیں۔

حضرت ابوبکر نے کہا: امیر بن کر آئے ہو یا قاصد بن کر؟ حضرت علی نے کہا: نہیں، بل کہ آپ ﷺ کا قاصد بن کر آیا ہوں، آپ نے مجھے سورۂ برأت دے کر بھیجا ہے کہ اسے مناسک حج کے دوران پڑھ کر لوگوں کو سناؤں۔

مکے آئے تو حضرت علی نے لوگوں کے سامنے سورۂ برأت آخر تک پڑھی، عرفے کے دن جب حضرت ابوبکر خطبے کے لیے کھڑے ہوئے، لوگوں کو حج کے مناسک کی تعلیم دی، جب فارغ ہوئے تو حضرت علی کھڑے ہوئے اور یہی سورت از اول تا آخر پڑھ کر سنائی۔ دس ذی الحجہ نحر کے دن حضرت ابوبکر نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا، افاضہ کے بارے میں بتایا، قربانی اور مناسک حج کے احکام بتائے، جب فارغ ہوئے تو علی نے لوگوں کو سورۂ برأت پڑھ کر آخر تک سنائی، تاکہ ہر حق دار اپنا حق ترک کردے، ہر عہد اختتام پذیر ہو جائے، اور یہ بتایا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ ہی کوئی عریاں ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے گا۔

جب عرفہ سے واپسی کا دن آیا تو حضرت ابوبکر کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا، اور لوگوں کو واپسی کا طریقہ بتایا، رمی کا طریقہ بتایا، مناسک حج بتائے، جب فارغ ہوئے تو علی نے لوگوں کو سورۂ برأت از اول تا آخر سنائی۔ پھر یہ سب مدینے لوٹ آئے۔

ہجرت کا دسواں سال

محمد بن اسحاق، عزیمہ، محمد بن بشار، ابو عامر، قرہ بن خالد نے ابی جمرہ ضبعی سے روایت کی کہ میں نے ابن عباس سے کہا: میرے پاس ایک مٹکا ہے، جس میں، میں نبیذ بناتا ہوں، اگر آپ لوگوں کے ساتھ

دیر تک بیٹھے تو مجھے ڈر ہے کہ اس کی حلاوت کی وجہ سے مجھے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے، ابن عباس نے کہا: عبد قیس کا وفد آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: وفد کو خوش آمدید، نہ تم پر کوئی عار ہو، نہ تم شرمندہ ہو۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمارے اور مضر کے مشرکین کے درمیان لڑائی ہے، ہم اشہر حرم کے علاوہ آپ کے پاس نہیں آسکتے، ہمیں احکام اسلام کے چند ایسے جملے تعلیم فرمایئے، جن پر عمل کر کے ہم جنت میں داخل ہونے کے مستحق بن جائیں، اور دوسروں کو بھی ان کی دعوت دیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار سے منع کرتا ہوں: اللہ پر ایمان، کیا تم جانتے ہو، اللہ پر ایمان کیا ہے؟ کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، فرمایا: لا الہ الا اللہ کی گواہی، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، اور یہ کہ تم مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرو، اور میں تمہیں منع کرتا ہوں کہ نبیذ نہ بناؤ۔ (۳۶)

ابو حاتم کہتے ہیں: اس سنہ کے آغاز میں عبد قیس کا وفد آپ ﷺ کے پاس آیا، جب یہ وفد مدینے کے قریب، پہنچا تو انہوں نے اپنی سواری چھوڑ دیں اور تیزی سے آپ ﷺ کی جانب دوڑے۔ عبداللہ بن اشج عبدی ایک مقام پر رکا، اپنی سواری باندھی، اپنے کپڑے اتارے اور نئے کپڑے پہن کر آپ ﷺ کے پاس آیا، آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے اندر دو خصلتیں ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہت پسند کرتے ہیں، بردباری اور وقار۔ (۳۷) انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے محبوب خصلتوں کے بارے میں پوچھا تھا۔

آپ ﷺ نے ربیع الاول کے مہینے میں خالد بن ولید کو بنی عبدالمدان جو بنی حارث بن کعب تھے، کی طرف بھیجا، یہ سب اسلام لے آئے، خالد نے ان کے مال داروں سے زکوٰۃ لی اور ان کے غریبوں میں تقسیم کر دی۔

آپ ﷺ نے عمرو بن حزم کو عامل بنا کر نجران کی طرف بھیجا، وہ گئے اور انہیں میں رہے، انہیں سنت کی تعلیم اور شعائر اسلام سکھلانے لگے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی وفات ہوئی اور وہ نجران پر عامل ہی تھے۔

عدی بن حاتم طائی آئے، ان کے پاس سونے کی صلیب تھی، آپ ﷺ نے فرمایا:

اِتَّخَذُوٓا اَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ (۳۸)

انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور پادریوں کو رب بنالیا۔

اس کے بعد طی کا وفد آیا، اس میں زید الخیل بھی تھے، جو ان کے سردار تھے۔

پھر جریر بن عبد اللہ بجلی آئے، آپ ﷺ نے انہیں ذی الخلصہ کو منہدم کرنے کے لیے بھیجا، انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔

اس کے بعد ازد کا وفد آیا، ان کے سردار صرد بن عبد اللہ تھے، یہ وفد تقریباً بیس افراد پر مشتمل تھا، آپ ﷺ انہیں جرش بھیجا، جسے انہوں نے فتح کیا، یہ وہاں آپ کے عامل بنے۔

محمد بن عمرو بن حزم نجران میں پیدا ہوئے، عمرو نے اس بارے میں آپ ﷺ کو خط لکھا اور بتایا کہ اس کا نام محمد اور کنیت ابو سلیمان رکھی ہے۔

سلامان کا وفد آیا، یہ وفد سات افراد پر مشتمل تھا، حبیب سلامانی ان کے سردار تھے۔

بنو حنیفہ کا وفد آیا، اس میں مسیلمہ بھی تھا، اس نے کہا: اے محمد! اگر اپنے بعد یہ منصب میرے سپرد کر دیں تو میں آپ پر ایمان لاتا ہوں اور آپ کی تصدیق کرتا ہوں، اس وقت آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک تنکا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو یہ تنکا بھی مانگے تو میں تجھے نہیں دوں گا، تیرے بارے میں جو اللہ کا فیصلہ ہے، اس سے تو آگے نہیں بڑھ سکتا، اگر تو نے پیٹھ پھیری تو اللہ تیری کونچیں کاٹ ڈالے گا، میں تجھے وہی بتا رہا ہوں، جو مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے۔ اس خواب کی تفصیل یہ تھی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے ہاتھ میں دو سونے کے کنگن دیکھے، مجھے وہ بہت خوب صورت لگے، مجھے نیند میں وحی آئی کہ انہیں پھونک ماروں، میں نے ان دونوں کو پھونک ماری تو دونوں ہوا میں اُڑ گئے، میں نے ان کی تعبیر دو کذاب نکالی ہے، ان میں ایک عنسی اور دوسرا مسیلمہ صاحب یمامہ ہوگا۔

غسان، عبس، کندہ، محارب اور خولان کے وفود حاضر خدمت ہوئے، جب آپ ﷺ کے پاس وفود آتے تو آپ اپنے سب سے اچھے کپڑے زیب تن فرماتے اور احباب کو بھی اس کا حکم دیتے۔

قبیلہ مراد کا وفد آیا، فروہ بن مسیک مرادی ان کا سردار تھا، مراد اور مذحج پر آپ ﷺ نے انہیں اپنا عامل بنایا، حضرت خالد بن ولید کو ان کی طرف صدقات کی وصولی کے لیے بھیجا، اور اس بارے میں ان کے نام خط بھی لکھا۔

حضرت ابو ذر رسول اللہ ﷺ کے پاس مسجد میں آئے، آپ تنہا تشریف فرما تھے، فرمایا: اے ابو ذر! مسجد کے لیے بھی ایک تحیہ ہے، ابو ذر نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس کا کیا تحیہ ہے؟ فرمایا: سب سے اچھی چیز، چاہے کم ہو چاہے زیادہ۔ ابو ذر نے کہا: اے اللہ کے رسول! کون سے اعمال اللہ کے نزدیک سب

سے زیادہ پسندیدہ ہیں؟ فرمایا: اللہ پر ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ۔ کہا: کون سا مؤمن کامل ایمان والا ہے؟ فرمایا: بہترین اخلاق والا۔ کہا: کون سا مسلمان سب سے افضل ہے؟ فرمایا: دیگر مسلمان جس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ ہوں۔ کہا: کون سی ہجرت افضل ہے؟ فرمایا: جو برائی کو چھوڑ دے۔ کہا: کون سی رات افضل ہے: فرمایا: گزرتی رات کا وسط۔ کہا: کون سی نماز افضل ہے؟ فرمایا: جس میں لمبی دعا ہو۔ کہا: کون سا غلام افضل ہے؟ فرمایا: جو سب سے قیمتی ہو اور جو اپنے آقا کو سب سے زیادہ اچھا لگتا ہو۔ کہا: کون سا جہاد افضل ہے؟ فرمایا: جو اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ ڈالے اور اس کا خون بہا دیا جائے۔ کہا: کون سا روزہ افضل ہے؟ فرمایا: فرض روزہ اور اللہ کے نزدیک اس کا اجر کئی گنا ہے۔ کہا: کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا: وہ خیرات جو کم مال والا اپنی حیثیت کے مطابق خاموشی کے ساتھ ادا کرے۔ کہا: آپ پر اتری کون سی آیت سب سے زیادہ افضل ہے؟ فرمایا: آیت الکرسی۔ کہا: اے اللہ کے رسول! کتنے نبی آئے؟ فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی۔ کہا: ان میں کتنے مرسلین تھے؟ فرمایا: تین سو تیرہ کی ایک بڑی تعداد۔ کہا: سب سے پہلے نبی کون تھے؟ فرمایا: آدم، کہا: کیا انبیا میں مرسلین بھی تھے؟ فرمایا: جی ہاں! اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، ان میں روح پھونکی، ان کا جسم برابر بنایا اور آمنے سامنے گفت گو فرمائی۔ پھر فرمایا: اے ابوذر! انبیا میں چار سریانی تھے: آدم، شیث خنوخ، یہ ادریس ہیں، انہوں نے سب سے پہلے قلم سے لکھا، نوح۔ چار نبی عرب تھے: ہود، صالح، شعیب اور تمہارے نبی محمد، سب سے پہلے نبی آدم اور آخری محمد ہیں۔ بنی اسرائیل میں سے سب سے پہلے نبی موسیٰ اور آخری عیسیٰ تھے، ان کے درمیان ایک ہزار نبی گزرے۔

کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ نے کتنی کتابیں نازل فرمائیں؟ فرمایا: سو صحیفے اور چار کتابیں، شیث پر پچاس صحیفے نازل فرمائے، ادریس پر تیس صحیفے نازل فرمائے، ابراہیم پر دس صحیفے نازل فرمائے، موسیٰ پر تورات سے قبل دس صحیفے نازل فرمائے، تورات، انجیل زبور اور فرقان نازل فرمائیں۔ کہا: اے اللہ کے رسول! ابراہیم کے صحیفوں میں کیا تھا؟ فرمایا: سب کے سب ضرب الامثال تھیں:

> اے ابتلا میں گرفتار اور دھوکے میں پڑے ہوئے بادشاہ! میں نے تجھے اس لیے مبعوث نہیں کیا کہ تو دنیا جمع کرے، لیکن تجھے بادشاہ اس لیے بنایا کہ تو میری طرف سے مظلوم کی داد رسی کرے، مظلوم کی پکار، اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو، میں نہیں سن سکتا۔ اور عاقل جب تک اس کی عقل مغلوب نہیں ہوتی، اس کے اوقات تقسیم ہوں، کچھ وقت اللہ کے ساتھ مناجات میں گذارے، کچھ وقت اپنے محاسبے میں صرف کرے، کچھ وقت اللہ عز وجل کی

مصنوعات میں غور وفکر کرے، کچھ وقت حلال طریقے سے اپنی ضرورت پوری کرنے میں صرف کرے، اس لیے کہ یہ وقت گزشتہ تمام اوقات کے لیے مددگار اور دلوں کو یک سو رکھنے والا ہے۔ عاقل کو چاہیے کہ کم بات کرے، مگر جہاں ضرورت ہو، عاقل کو چاہیے کہ ہمیشہ تین چیزوں کا طالب رہے: معاش کی مرمت، آخرت کا توشا اور حلال طریقے سے لذت اندوزی۔ کہا: اے اللہ کے رسول! موسیٰ کے صحائف میں کیا تھا؟ فرمایا: سب کے سب عبرتوں سے بھرے ہوئے تھے: مجھے تعجب ہے جسے موت کا یقین ہے، وہ پھر بھی خوش ہوتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جسے تقدیر کا یقین ہے، پھر بھی تھکتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جسے کل حساب کا یقین ہے، پھر بھی عمل نہیں کرتا۔ کہا: کیا ابراہیم وموسیٰ کے صحائف میں سے اللہ تعالیٰ نے آپ پر کچھ اتارا ہے؟ فرمایا: اے ابوذر! پڑھو:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰىO وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰىO (۳۹)

بے شک وہ کام یاب ہوا، جس نے پاکیزگی حاصل کی۔ اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔

کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے وصیت کیجیے، فرمایا:

میں تجھے اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، کیوں کہ یہ تمام اعمال کی زینت ہے۔ کہا: اور کچھ؟ فرمایا: طویل سکوت اختیار کرو، اس لیے کہ یہ تجھ سے شیطان کو دور کرنے والا اور دینی امور کی ادائیگی میں معاون ہے، قہقہہ لگانے سے بچو، اس لیے کہ یہ دلوں کو مردہ کر دیتا ہے اور چہرے کی نورانیت ختم کر دیتا ہے۔ کہا: اور کچھ؟ فرمایا: مساکین سے محبت کرو اور ان کی مجلس میں رہو، کہا: اور کچھ؟ فرمایا: حق بات کہو، اگرچہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو۔ کہا: اور اضافہ فرمایئے، فرمایا: اللہ کے دین کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ مت کرو، کہا: مزید اضافہ کیجیے، فرمایا: چاہیے کہ تمہارے اپنے عیوب تمہیں دوسری کی عیب جوئی سے باز رکھیں۔

پھر فرمایا: اے ابوذر! کسی انسان کی بیوقوفی کے لیے کافی ہے کہ اس میں یہ خصلتیں ہوں: لوگوں کی وہ باتیں جانے، جو اپنی نہ جان سکے، لوگوں کی ان باتوں کا تجسس کرے، جو خود اس میں ہوں، لایعنی امر میں اپنے ہم مجلس کو تکلیف دے، اے ابوذر! تدبیر کی طرح عقل مندی نہیں، رک جانا اور احتراز کرنا

بہترین تقویٰ ہے، اچھے اخلاق سے بہتر حسب نسب نہیں۔ (۴۰)

آپ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب کو رمضان کے مہینے میں ایک دستے کے ساتھ یمن روانہ کیا، حضرت علی نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں کیا کروں؟ فرمایا: جب ان کے علاقے میں پہنچ جاؤ تو اس وقت تک قتال نہ کرو، جب تک وہ قتال کی ابتدا نہ کریں، جب وہ قتال کی ابتدا کرلیں تب بھی تم اس وقت تک قتال نہ کرو جب تک وہ تم میں سے کسی کو قتل نہ کردیں، اگر وہ تم میں سے کسی کو قتل کردیں، تب بھی ان کے ساتھ قتال نہ کرو جب تک تم اپنا وقار نہ دکھادو، جب تم ان کے پاس آؤ تو ان سے کہو: کیا تم اپنے اموال سے صدقہ نکال سکتے ہو جو تمہارے فقرا میں تقسیم کردیا جائے، اگر وہ کہیں کہ ہاں، تو ان سے کوئی چیز نہ چاہو، اور اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے ایک آدمی کو ہدایت دے دے، یہ ہر اس چیز سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔

آپ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی:

لَايَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ (۴۱)

جو لوگ بغیر کسی عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں، وہ ان مجاہدوں کے برابر نہیں ہوسکتے جو اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔

عبداللہ بن ام مکتوم آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں جہاد فی سبیل اللہ کو پسند کرتا ہوں، لیکن میرا عذر آپ دیکھ رہے ہیں، میری بینائی چلی گئی ہے۔ زید بن ثابت کہتے ہیں: میری ران پر رکھی آپ کی ران اتنی بھاری ہوئی کہ مجھے اپنی ران کے ریزہ ریزہ ہوجانے کا اندیشہ ہونے لگا، پھر فرمایا: غیر اولی الضرر۔

نجران سے عاقب اور سید آئے، آپ ﷺ نے ان کے لیے صلح نامہ لکھوایا، یہ صلح نامہ آج تک ان کے پاس ہے، ان دونوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمارے پاس کوئی ایسا امانت دار شخص بھیجیں، جسے ہم آپ کے حکم کردہ صدقات وغیرہ دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: میں کل ایک ایسا آدمی بھیجوں گا، جو واقعی امین ہے۔ لوگ دیکھنے لگے کہ کون ہیں، دیکھا تو ابوعبیدہ بن جراح تھے۔ (۴۲)

ہرقل کے پاس ابوعامر راہب کا انتقال ہوگیا، کنانہ بن عبد یالیل اور علقمہ بن علاثہ کے مابین ان کی میراث میں اختلاف ہوا تو آپ ﷺ نے میراث کا فیصلہ کنانہ بن عبد یالیل کے حق میں دیا۔

اشعث بن قیس اپنی قوم کی طرف سے آپ ﷺ کے پاس آئے، آپ نے ان کے ساتھ زیاد بن

لبید بیاضی کو بحرین بھیجا کہ اہل بحرین سے صدقات وصول کریں۔

ایک روز آپ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک تیز سفید کپڑوں اور تیز سیاہ بالوں والا ایک شخص نمودار ہوا، نہ اس پر سفر کے آثار تھے، نہ ہم میں سے کوئی اس سے واقف تھا، یہ شخص آیا اور آپ ﷺ کے گھٹنوں سے گھٹنے ملا کر اور اپنا ہاتھ آپ کی ران پر رکھ کر گویا ہوا: اے محمد! مجھے اسلام کے بارے میں بتائیے؟ فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی وحدانیت اور محمد کی رسالت کی گواہی دو، نماز قائم رو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، بیت اللہ کا حج کرو، اگر تم استطاعت رکھتے ہو۔ اس شخص نے کہا: آپ نے سچ کہا۔ مسلمانوں کو تعجب ہوا کہ سوال بھی کر رہا ہے اور تصدیق بھی کر رہا ہے۔ پھر کہا: مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے، فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ، ملائکہ، اس کی کتابوں، رسولوں، یوم آخرت اور تقدیر پر، چاہے اچھی ہو یا بری، ایمان لاؤ۔ اس شخص نے کہا: مجھے احسان کے بارے میں بتائیے، فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو، گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ ہی رہا ہے۔ اس نے کہا: مجھے قیامت کے بارے میں بتائیے، فرمایا: قیامت کا علم مسؤل کو سائل سے زیادہ نہیں۔ کہا: تو مجھے اس کی نشانیوں کے بارے میں بتائیے، فرمایا: اس کی نشانیاں یہ ہیں کہ باندی اپنے آقا کو جنے گی، اور تم ننگے پاؤں اور برہنہ جسموں والوں کو دیکھو گے کہ اونچی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے سے مسابقت کر رہے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ پھر وہ چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جبریل تھے، تمہارے پاس اس لیے آئے تھے کہ تمہیں تمہارے دین کی تعلیم دیں۔ (۴۳)

آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کا ارادہ فرمایا تو اعلان کر دیا گیا کہ آپ حج کے لیے جانے والے ہیں، مدینے میں جم غفیر ہو گیا، ہر ایک چاہتا تھا کہ آپ ﷺ کی اقتدا کرے۔ آپ جب ذی الحلیفہ پہنچے تو اسما بنت عمیس نے محمد بن ابی بکر کو جنا، انہوں نے آپ ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ اب میں کیا کروں؟ فرمایا: غسل کرو، کپڑا لپیٹ لو اور احرام باندھو۔

آپ ﷺ نے مسجد میں نماز ادا فرمائی اور قربانی کے اونٹ کو اشعار (کوہان میں ہلکا سا چیرا لگانا) کیا اور اس سے خون بہا، پھر آپ ﷺ قصوا پر سوار ہوئے، صحرا میں جب اونٹنی کی رفتار یک ساں ہوئی تو آپ ﷺ نے اہلال فرمایا، اس وقت آپ کے دائیں بائیں اور پیچھے خلقت کا ایک جم غفیر تھا، کوئی سوار تھا، کوئی پیدل، اور ان کے درمیان آپ ﷺ اہلال کے یہ کلمات ادا فرما رہے تھے:

لبيك اللّٰهم لبيك! لبيك لا شريك لك لبيك! ان الحمد والنعمة لك

والملك، لا شريك لك (۴۴)

لوگوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ اہلال کیا، کسی نے حج افراد کی نیت کی، کسی نے حج قران کی نیت کی، یہاں تک کہ آپ ثنی الوداع سے مکہ آئے، مکے میں داخل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے نماز کے لیے وضو فرمایا اور باب بنی شیبہ سے داخل ہوئے، حجر اسود کے پاس آئے اور استلام کیا، تین دفعہ رمل فرمایا اور چار دفعہ عام انداز میں چل کر طواف کیا، پھر مقام ابراہیم پر آئے اور یہ آیت تلاوت کی:

وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا ط وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى (۴۵)

اور جب ہم نے خانۂ کعبہ کو لوگوں کے لیے مرکز اور امن کا مقام بنایا اور (حکم دیا کہ) مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ۔

مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان رکھا اور دو رکعت ادا فرمائیں، ان میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (۴۶) اور قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ (۴۷) کی تلاوت فرمائی، پھر رکن کی طرف لوٹے اور استلام کیا، پھر دروازے سے نکل کر صفا آئے۔ صفا پر آنے کے بعد یہ آیت پڑھی:

اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا (۴۸)

بے شک صَفا اور مَروہ، اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، پس جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔

اور فرمایا: میں وہیں سے ابتدا کروں گا، جہاں سے اللہ نے ابتدا کی۔ جب صفا پہاڑی پر چڑھے اور بیت اللہ پر نظر پڑی تو قبلہ رو ہو کر آپ پڑھنے لگے:

لا اله الا اللّٰه لاشريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير، لا اله الا اللّٰه وحده، انجز وعده، ونصر عبده، وهزم الاحزاب وحده

یہ تمام کلمات تین تین مرتبہ ادا فرمائے۔

مروہ کی طرف اترے، جب آپ کے پاؤں وادی کے وسط میں آئے تو تیز قدموں سے چلنے لگے اور جب پہاڑی پر چڑھنے لگے تو عام انداز میں چلنے لگے، مروہ آ کر اس پر چڑھے اور صفا پر جو کیا تھا، وہی یہاں کیا، حتیٰ کہ مروہ پر جب آخری طواف کرنے لگے تو فرمایا: اگر گزشتہ امور کو مستقبل میں انجام دینے کی نوبت آئی تو میں ہدی کا جانور نہیں لاؤں گا، اور اسے عمرہ بناؤں گا، تم میں سے جس کے پاس ہدی کا جانور

نہیں، وہ حلال ہو جائے اور اب تک کے افعال کو عمرہ بنا دے۔

سراقہ بن مالک نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ صرف اسی سال کے لیے یا ہمیشہ کے لیے؟ آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں پھنسا کر فرمایا: عمرہ حج میں دو مرتبہ نہیں داخل ہوا، بل کہ ہمیشہ کے لیے داخل ہوا ہے۔

حضرت علی یمن سے آئے تو حضرت فاطمہ کو رنگ دار کپڑے پہنے اور سرمہ لگائے دیکھا، انہوں نے یہ ناپسند کیا تو فاطمہ نے کہا: میرے والد نے مجھے یہ کرنے کا حکم دیا تھا، پھر آپ ﷺ نے علی سے کہا: حج کی کیا نیت کی؟ علی نے کہا: **اللّٰھم! انی اھل بما اھل بہ رسولك**۔ اے اللہ! میں وہی نیت کرتا ہوں، جو تیرے رسول نے کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو میرے پاس ہدی کا جانور ہے، تم احرام نہ کھولو۔ یمن سے علی جو ہدی کے جانور لائے تھے اور جو آپ ﷺ لائے تھے، کل سو قربانی کے جانور ہو گئے۔ تو لوگوں نے بال ترشوائے اور حلال ہو گئے، سوائے آپ ﷺ کے اور ان حضرات کے جن کے پاس قربانی کے جانور تھے۔

سعد بن ابی وقاص بیمار ہوئے، آپ عیادت کو آئے تو سعد رو پڑے، آپ ﷺ نے فرمایا: تم کیوں رو رہے ہو؟ سعد نے کہا: مجھے ڈر ہے کہ کہیں اسی سرزمین میں مجھے موت نہ آجائے، جہاں سے میں نے ہجرت کی تھی، جیسے کہ سعد بن خولہ کو موت آئی۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! سعد کو شفایاب فرما۔ یہ دعا تین مرتبہ فرمائی۔

سعد نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے پاس بہت سا مال اور بھیڑ بکریاں ہیں، میری وارث ایک بیٹی ہے، کیا میں اپنے سارے مال کے صدقے کی نیت کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، کہا: آدھے کی؟ فرمایا: نہیں، کہا: ایک تہائی کی؟ فرمایا: ہاں ایک تھائی، ایک تھائی بہت ہوتا ہے، تمہارا اپنے مال کو صدقہ کرنا صدقہ ہے، اپنے عیال پر خرچ کرنا صدقہ ہے، تمہاری بیوی جو تمہارے مال میں سے کھائے، وہ صدقہ ہے، اگر اپنے اہل وعیال کو خیریت کے ساتھ چھوڑ کر جاؤ، یہ بہتر ہے اس سے کہ انہیں بوجھ بنا کر جاؤ کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں، (۴۹) اے اللہ! میرے صحابہ کی ہجرت کو قبول فرما، انہیں ایڑیوں کے بل نہ لوٹا، لیکن بدقسمت سعد بن خولہ۔ آپ ﷺ ان کے مکے میں وفات پانے پر افسوس کا اظہار فرماتے تھے۔

یوم الترویہ یعنی نو ذی الحجہ کا دن آیا تو سب نے منیٰ کا رخ کیا، اور حج کا تلبیہ پڑھا، منیٰ میں آپ ﷺ نے لوگوں کو ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی نماز پڑھائی۔ سورج طلوع ہونے تک وہیں ٹھہرے رہے، اپنے لیے خیمہ لگانے کی ہدایت کی، نمرہ میں یہ خیمہ لگایا گیا۔ پھر چلے تو قریش نے سمجھ لیا کہ بقیہ مناسک حج

دور جاہلیت کی طرح ادا فرمائیں گے۔ آپ ﷺ عرفہ تشریف لائے، نمرہ میں آپ کے لیے خیمہ لگ چکا تھا، اس میں قیام فرمایا۔ زوال کے بعد آپ نے قصوا کو حکم دیا اور وہ آپ کو لے کر چلی، وادی کے وسط میں آ کر آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرمایا، وہ خطبہ یہ ہے:

تمہاری جان و مال اسی طرح مقدس ہیں، جیسے یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر، جان لو! دور جاہلیت کا ہر معاملہ میرے پاؤں کے نیچے ہے، دور جاہلیت کے قتل معاف ہیں۔ اپنی بیویوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، کیوں کہ انہیں تم نے اللہ کی ضمانت کے ساتھ لیا ہے، اور اللہ کے کلمے کی وجہ سے ان کی شرم گاہوں کو اپنے لیے حلال کیا ہے، ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں، جسے تم ناپسند کرتے ہو، اگر ان سے یہ فعل سرزد ہو تو انہیں ایسے مارو کہ زخم نہ آئے، ان کا تمہارے اوپر حق یہ ہے کہ تم رواج کے مطابق ان کے کھانے اور رہائش کا بندوبست کرو، اور میں تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں، اگر تم اسے تھامے رہے تو کبھی بھی گم راہ نہیں ہوگے: اللہ کی کتاب۔ تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو کیا کہو گے؟ حاضرین نے کہا: ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے تبلیغ کر دی، اپنی ذمے داری ادا کر دی، اور نصیحت کا حق ادا کر دیا۔ آپ ؑ نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا: اے اللہ! گواہ رہنا۔

اذان اور اقامت کہہ کر ظہر کی نماز اور صرف اقامت کے ساتھ عصر کی نماز ادا فرمائی، ان دونوں کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی، پھر سوار ہو کر موقف کے وسط میں آئے اور قصوا کے پیٹ کو چٹان کی طرف رکھا، جبل مشاۃ کو سامنے رکھا اور قبلہ رو ہوئے، مسلمان اور آپ ﷺ مسلسل کھڑے رہے، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا، اور اس کی زردی ختم ہو گئی۔

اپنی سواری کے پیچھے اسامہ کو بٹھا کر سواری کو چلنے کی ہدایت کی، قصوا کی لگام اس کی گردن میں لپیٹی اور آپ ﷺ اپنے داہنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمانے لگے: اے لوگو! آرام سے۔

کسی بھی پہاڑ پر آتے تو قصوا کی لگام ڈھیلی فرما دیتے، جب تک وہ چڑھ نہ جاتی، جب مزدلفہ آئے تو وہاں مغرب و عشا کی نماز ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ادا کی، اور ان کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی، پھر طلوع فجر تک پہلو کے بل لیٹ گئے، صبح کے نمودار ہوتے ہی نماز فجر ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ ادا کی۔

قصواء پر سوار ہو کر مشعر حرام آئے، قبلہ رو ہوئے اور دعا و تکبیر و تہلیل کرنے لگے، خوب روشنی پھیلنے تک مسلسل کھڑے رہے، طلوع شمس سے پہلے یہاں سے چل پڑے، فضل بن عباس کو اپنی سواری کے پیچھے سوار کیا اور وادی محسر آئے، درمیانی راستہ اختیار کیا جو جمرہ کبریٰ کی طرف نکلتا ہے، جمرہ کے پاس آ کر سات کنکریاں ماریں۔ ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہی، خذف موتی جتنی کنکریاں وادی کے وسط سے ماریں، پھر قربان گاہ کی طرف مڑے، اور ۶۳ جانور نحر فرمائے، باقی علی کے حوالے کیے اور ان میں حضرت علی کو شریک کیا، ہر اونٹ کا ایک ٹکڑا لانے کی ہدایت کی، اسے ہانڈی میں ڈال کر پکایا گیا، آپ ﷺ نے اس کا گوشت تناول فرمایا اور شوربہ نوش فرمایا۔

پھر قصواء پر سوار ہو کر بیت اللہ آئے، اور طواف زیارت فرمایا، پھر ارشاد فرمایا: اے بنی عبد المطلب! نکل جاؤ، اگر لوگوں کے تم پر غالب آنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں بھی تمہارے ساتھ نکل جاتا۔

آپ ﷺ کو زم زم کا ڈول دیا گیا، آپ نے اس میں سے نوش فرمایا، پھر آپ منیٰ لوٹے اور وہاں ظہر کی نماز ادا فرمائی، ایام منیٰ میں یہاں رہے، پھر بیت اللہ کو الوداع کہا اور مدینے روانہ ہو گئے، مسلمان بھی آپ کے ساتھ مدینے میں داخل ہوئے۔ ذی الحجہ کے بقیہ ایام، محرم اور صفر کے ابتدائی ایام مدینے میں قیام فرمایا۔ (۵۰)

وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ابو یعلی، احمد بن جمیل مروزی، عبد اللہ بن مبارک، معمر بن یونس، زہری سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے انس بن مالک نے بتایا کہ پیر کے روز مسلمان ابو بکر کی اقتدا میں نماز فجر ادا کر رہے تھے کہ اچانک آپ ﷺ نے حجرۂ عائشہ کا پردہ سرکا کر نماز کے لیے صف بستہ مسلمانوں کو دیکھ کر تبسم فرمایا، ابو بکر ایڑیوں کے بل پیچھے کی طرف صف سے ملنے کے لیے سرکے، وہ یہ سمجھے کہ آپ ﷺ نماز ادا فرمانے کا ارادہ کر رہے ہیں، مسلمانوں کو اندیشہ ہوا کہ آپ کے دیکھنے سے خوشی کے باعث نماز میں خلل نہ آجائے، آپ ﷺ نے اشارے سے فرمایا کہ اپنی نماز پوری کرو، پھر حجرے میں داخل ہوئے اور اپنے اور لوگوں کے درمیان پردہ لٹکا دیا۔ اسی دن آپ ﷺ کی وفات ہوئی۔

ابو حاتم کہتے ہیں: آپ ﷺ کے مرض وفات کی ابتدا ۲۸ صفر بدھ کے روز ہوئی، اس وقت آپ میمونہؓ کے گھر میں تھے، درد کی شدت کے باعث آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی، آپ ﷺ کی ازواج جمع

ہوگئیں، عباس بن عبدالمطلب، ام سلمہ بنت عمیس خثعمیہ، ام عبداللہ بن جعفر، ام الفضل بنت حارث، یہ میمونہ کی بہن ہیں، یہ سب بھی آ گئے، آپ ﷺ کی بے ہوشی کے دوران سب نے مشورے سے آپ کے منہ میں دوا ڈالی (لدود کیا) جب آپ ﷺ کو افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا: میرے ساتھ یہ کس نے کیا؟ کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کے چچا عباس نے، فرمایا: یہ ان عورتوں کا عمل ہے، جو وہاں سے آئی ہیں۔ حبشہ کی طرف اشارہ کیا۔ کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول! ان سب کو خدشہ ہوا تھا کہ کہیں آپ کو نمونیہ کا درد نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ سے یہ امید نہیں کہ اس بیماری کے عذاب میں مبتلا کرے، پھر فرمایا: اس وقت اس گھر میں جو جو عورتیں ہیں، سب کو لدود کیا جائے سوائے عباس کے۔ یعنی منہ میں زبان ایک طرف کر کے دوا ڈالنا۔

آپ ﷺ کی بیماری جب شدید ہوئی تو عائشہ نے تمام ازواج سے اجازت چاہی کہ وہ اپنے گھر میں آپ ﷺ کی تیمارداری کریں، سب نے اجازت دے دی۔ آپ ﷺ حضرت عباس اور حضرت علی کے سہارے زمین پر پاؤں گھسیٹتے ہوئے حضرت عائشہ کے گھر میں داخل ہوئے۔ جیسے ہی گھر میں داخل ہوئے درد کی شدت میں اضافہ ہوا، فرمایا: ان سات مشکیزوں سے میرے اوپر پانی انڈیلو، جن کے دہانے کی رسی نہ کھولی گئی ہو، شاید میں لوگوں کے پاس جاسکوں۔ (۵۱) آپ ﷺ کو حضرت حفصہ کے برتن میں بٹھایا گیا، پھر ان مشکیزوں میں سے پانی انڈیلا جانے لگا، یہاں تک آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ بس، تم نے کرلیا۔ پھر فرمایا: مخضب میں میرے لیے پانی ڈالو۔ پانی ڈالا گیا تو آپ نے چاہا کہ کچھ بوجھ کم ہو جائے لیکن آپ ﷺ پر بے ہوشی طاری ہوگئی، افاقہ ہوا تو فرمایا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ کہا گیا: نہیں، اے اللہ کے رسول! وہ سب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ لوگ کھڑے آپ ﷺ کا انتظار کر رہے تھے کہ آئیں اور عشا کی نماز پڑھائیں، آپ نے فرمایا: ابوبکر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھا لیں۔ حضرت عائشہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! ابوبکر ایک نرم دل انسان ہیں، اگر وہ آپ کی جگہ پر کھڑے ہوئے تو رو پڑیں گے۔ فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ کسی کو بھیج کر ابوبکر کو بلایا گیا، قاصد نے ابوبکر سے کہا: اللہ کے رسول ﷺ آپ کو حکم دے رہے ہیں کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، حضرت ابوبکر نے کہا: اے عمر! لوگوں کو نماز پڑھا دو۔ حضرت عمر نے کہا: تم زیادہ حق دار ہو، صرف تمہاری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام بھیجا ہے۔ چناں چہ ان ایام میں ابوبکر نے نماز پڑھائی۔

پھر آپ ﷺ کو قدرے تخفیف محسوس ہوئی، حضرت عباس و علی کا سہارا لے کر ظہر کی نماز کے لیے

روانہ ہوئے، ان دونوں سے کہا: مجھے ان کے بائیں طرف بٹھاؤ۔ تو ابوبکر آپ ﷺ کو دیکھ کر لوگوں کو نماز پڑھانے لگے، اس حال میں کہ آپ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے، لوگ حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ (۵۲) پھر دوبارہ تخفیف محسوس ہوئی تو آپ ﷺ نے ابوبکر کی پیچھے بیٹھ کر ایک کپڑے میں نماز ادا کی۔ آپ کے سر مبارک پر کپڑا بندھا ہوا تھا، پھر آپ کھڑے ہوئے، منبر پر چڑھے اور فرمایا:

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! میں اس وقت حوض پر کھڑا ہوں، پھر فرمایا: ایک بندے کے سامنے دنیا اور اس کی زیب وزینت پیش کی گئی، اس نے آخرت اختیار کی۔

آپ ﷺ کی اس بات کو سوائے حضرت ابوبکر کے کوئی نہ سمجھ سکا، بے اختیار ابوبکر کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، وہ رونے لگے اور کہا: ہمارے آبا، مائیں، ہم خود اور ہمارے مال و دولت آپ پر فدا! (۵۳) آپ ﷺ نے فرمایا:

اپنے بدن اور دین کے اعتبار سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان ابوبکر کا ہے، اگر میں کسی کو خلیل بنا سکتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا، لیکن ہمارے لیے اسلامی اخوت ہی کافی ہے، مسجد کی طرف کھلنے والے ہر روشن دان کو بند کردو، سوائے ابوبکر کے روشن دان کے۔

آپ ﷺ منبر سے اترے اور گھر تشریف لے آئے، یہ آپ کا آخری خطبہ تھا۔

پیر کے روز حجرۂ عائشہ کا پردہ سرکا کر لوگوں کو ابوبکر کی اقتدا میں صف بستہ دیکھا، گویا کہ آپ کا چہرہ قرآن کریم کا چمکتا ہوا صفحہ، تبسم فرمایا اور اشارہ کیا کہ اپنی جگہوں پر کھڑے رہو، پردہ لٹکایا اور اس دن کے آخری حصے میں وفات پائی۔

یہ بارہ ربیع الاول کا دن تھا۔ (۵۴)

آپ ﷺ پورے دس برس مدینے میں قیام پذیر رہے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: آپ ﷺ نے میرے گھر، میری باری کے دن، میرے سینے اور گلے کے درمیان وفات پائی، ہم میں سے کوئی جب مریض ہوتا تو دعا مانگتا، میں آپ ﷺ کے لیے دعا مانگنے لگی تو آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا: فی الرفیق الاعلیٰ۔

عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے ہاتھ میں تازہ سبز ٹہنی پکڑی ہوئی تھی، وہ گزرے تو آپ ﷺ عبدالرحمٰن کو دیکھنے لگے، مجھے لگا کہ آپ ﷺ اس ٹہنی کو لینا چاہتے ہیں، میں نے عبدالرحمٰن سے لی اور اس کے ایک

سرے کو چبا کر آپ ﷺ کو دے دی، آپ نے اس سے مسواک فرمائی، پھر مجھے واپس دے دی، وہ آپ ﷺ کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی، تو یوں اللہ تعالیٰ نے میرے اور ان کے لعاب دہن کو دنیا کے آخری دن اور آخرت کے پہلے دن جمع فرمایا۔

حضرت ابو بکر مدینے کے مضافات کی طرف گئے ہوئے تھے، آپ ﷺ کے پاس آئے تو آپ کو چادر میں لپیٹا ہوا تھا، حضرت ابو بکر نے اپنا منہ آپ ﷺ کی پیشانی پر رکھا اور بوسہ دینے لگے، روتے ہوئے کہنے لگے: میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ نے زندگی بھی خوش گوار گزاری اور موت بھی آپ نے خوش دلی سے قبول کی۔

ابو بکر یہاں سے نکل کر جب عمر بن خطاب کے پاس سے گزرے تو عمر کہہ رہے تھے: آپ ﷺ کی وفات نہیں ہوئی، وہ وفات نہیں پا سکتے، جب تک منافقین کو قتل اور ذلیل و رسوا نہ کر دیں، یہ سن کر منافقین سر اٹھا کر ابو بکر کو دیکھنے لگے، حضرت ابو بکر نے عمر سے کہا: اے عمر! خود پہ قابو رکھو، آپ ﷺ وفات پا چکے ہیں، کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں سنا؟

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (۵۵)

اور فرمایا:

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ط اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ (۵۶)

اور آپ سے پہلے بھی ہم نے کسی بشر کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی تو پھر کیا اگر آپ مر گئے تو وہ ہمیشہ رہیں گے۔

یہ کہہ کر ابو بکر منبر پر آئے، اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور کہا: اے لوگو! اگر محمد تمہارا معبود تھا، جس کو تم پوجتے تھے تو تمہارا معبود وفات پا چکا، اور اگر تمہارا معبود وہ ذات ہے، جو آسمان میں ہے تو تمہارا معبود نہیں مرا، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ج اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ط وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (۵۷)

اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں، پھر اگر ان کو موت آ جائے یا وہ شہید کر دیے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے،

اور جو کوئی الٹے پاؤں پھرے گا تو وہ اللہ کا ہرگز کچھ نہ بگاڑ سکے گا، اور عن قریب اللہ شکر گزاروں کو جزا دے گا۔

اب مسلمانوں کو آپ ﷺ کی وفات کا یقین آیا۔

عبدالمطلب بن ہاشم کی اولاد کی تعداد سولہ تھی، دس بیٹے تھے، ان میں نو آپ ﷺ کے چچا اور ایک والد تھے، چھ بیٹیاں تھی جو آپ ﷺ کی پھوپھیاں تھیں۔

عبدالمطلب کے بیٹوں کے نام یہ ہیں: عبداللہ بن عبدالمطلب آپ ﷺ کے والد ماجد، زبیر بن عبدالمطلب، ابو طالب بن عبدالمطلب، عباس بن عبدالمطلب، ضرار بن عبدالمطلب، حمزہ بن عبدالمطلب، مقوم بن عبدالمطلب، ابولہب بن عبدالمطلب، حارث بن عبدالمطلب، غیداق بن عبدالمطلب۔

آپ ﷺ کے والد ماجد عبداللہ کی آپ کے علاوہ کوئی اولاد نہ تھی، نہ مذکر نہ مؤنث، آپ ﷺ کی ولادت سے قبل ان: کا انتقال ہوگیا۔

زبیر بن عبدالمطلب ان کی کنیت ابو طاہر تھی، قریش کے بڑے سردار اور مبارزشہ سوار تھے، پڑھے لکھے تھے، بہترین اشعار کہتے تھے۔

ابو طالب بن عبدالمطلب کا نام عبد مناف تھا، یہ اور آپ ﷺ کے والد ماجد عبداللہ ایک ماں سے تھے، عبدالمطلب کی طرف سے ابو طالب اپنے بیٹے کے سرپرست مقرر ہوئے تھے، اور آپ ﷺ کی حفاظت بھی ان ہی کی ذمے داری تھی، اور ان امور کے ذمے دار تھے، جو عبدالمطلب اپنی زندگی میں انجام دیتے تھے۔ آپ ﷺ کی ہجرت مدینہ سے تین سال اور چار ماہ قبل ابو طالب کا انتقال ہوا۔

عباس کی کنیت ابوالفضل تھی، دورِ جاہلیت میں زم زم اور حاجیوں کو پانی پلانے کی ذمے داری ان ہی کی تھی، آپ ﷺ نے جب مکہ فتح فرمایا تو فتح کے روز یہ ذمے داریاں انہیں ہی سونپیں اور ان ہی میں باقی رکھیں، خلافت عثمان بن عفان میں سنہ ۳۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

ضرار ایک بہترین شاعر تھے، اسلام سے قبل ان کی وفات ہوئی اور کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

حمزہ کی کنیت ابو یعلی تھی، ایک اور قول کے مطابق ابو عمارہ تھی، احد کے معرکے میں شہید ہوئے، جبیر بن مطعم کے آزاد کردہ غلام وحشی بن حرب نے انہیں شہید کیا، یہ شوال کا مہینہ اور ہجرت کا تیسرا سال تھا، حمزہ آپ ﷺ سے دو سال بڑے تھے۔

مقوم کا شمار قریش کے سخت ترین افراد اور سرداروں میں ہوتا تھا، اسلام سے قبل ان کی وفات ہوئی

اور کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

ابولہب کا نام عبدالعزیٰ اور کنیت ابو عتبہ تھی، ابولہب کنیت پڑنے کی وجہ ان کی خوب صورتی تھی، وہ بھینگے تھے، آپ ﷺ کے چچاؤں میں یہ موت تک آپ کے دشمن اور حاسد رہے۔

حارث، عبدالمطلب کے سب سے بڑے بیٹے تھے، ان کا نام ہی ان کی کنیت تھا، یہ ان افراد میں سے ہیں جو زمانۂ قدیم میں عبدالمطلب کے ساتھ زم زم کھودنے میں شریک ہوئے۔

غیداق قریش کے شیر اور بہادر شمار ہوتے تھے، وحی اترنے سے پہلے وفات پا گئے اور کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

عبدالمطلب کی بیٹیوں کے نام: عاتکہ بنت عبدالمطلب، امیمہ بنت عبدالمطلب، بیضا یہی ام حکیم ہیں، اروی بنت عبدالمطلب، صفیہ بنت عبدالمطلب اور برہ بنت عبدالمطلب۔

عاتکہ کے شوہر کا نام: ابوامیہ بن مغیرہ مخزومی۔

امیمہ کے شوہر کا نام: جحش بن رئاب اسدی۔

بیضا کے شوہر کا نام: کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس۔

صفیہ کے شوہر کا نام: عوام بن خویلد بن اسد۔

برہ کے شوہر کا نام: عبدالاسد بن ہلال مخزومی۔

اروی کے شوہر کا نام: عمیر بن عبد مناف بن قصی۔

آپ ﷺ کی پھوپھیوں میں سے صرف صفیہ مشرف بہ اسلام ہوئیں، یہی زبیر بن عوام کی والدہ ہیں، عمر بن خطاب کی خلافت میں ان کی وفات ہوئی۔

جہاں تک آپ ﷺ کی ازواج کا تعلق ہے تو آپ نے خدیجہ بنت خویلد بن اسد ابن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ سے مکے میں وحی نازل ہونے سے قبل نکاح فرمایا، اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک ۲۵ سال تھی، آپ ﷺ سے پہلے حضرت خدیجہ عتیق بن عائذ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کے نکاح میں تھیں۔

سوائے ابراہیم کے ان ہی سے آپ ﷺ کی سب اولاد ہوئیں۔ ہجرت سے قبل مکے میں ان کی وفات ہوئی۔

خدیجہ کی وفات کے بعد آپ ﷺ نے سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لؤی سے نکاح فرمایا۔ ان کی والدہ کا نام: شموس بنت قیس بن زید بن عمرو بن

لبید بن خراش بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار تھا۔ ان سے نکاح کا پیغام آپ ﷺ نے ان کے چچا وقدان بن عبد شمس کو دیا، آپ سے نکاح سے قبل یہ سکران بن عمرو جو سہیل بن عمرو کے بھائی اور بنی عامر بن لوی سے تھے، کے نکاح میں تھیں۔ یہ ایک بھاری بھرکم خاتون تھیں، انہوں نے ہی اپنا دن حضرت عائشہ کو ہبہ کیا اور کہا: مجھ میں عورتوں والی خواہش نہیں۔ سنہ پانچ ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔

پھر آپ ﷺ نے عائشہ بنت ابی بکر بن ابی قحافہ صدیق سے نکاح فرمایا۔ یہ نکاح شوال میں ہوا، جب ان کی عمر چھ سال تھی، ہجرت کے بعد جب ان کی عمر نو سال تھی تب ان کی رخصتی ہوئی، عائشہ کی وفات ۱۷ رمضان سنہ ۵۷ھ کو ہوئی۔ ابو ہریرہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، بقیع میں مدفون ہوئیں، آپ ﷺ نے ان کے علاوہ کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی۔

پھر آپ ﷺ نے حفصہ بنت عمر بن خطاب سے شعبان کے مہینے میں نکاح کیا، ان کی والدہ کا نام زینب بنت مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح تھا۔ آپ سے پہلے حفصہ خنیس بن حذافہ بن قیس کے نکاح میں تھیں، ہجرت کے تیسرے سال، ۴۵ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

اسی سال رمضان میں آپ ﷺ نے زینب بنت خزیمہ ابن حارث بن عبداللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ سے نکاح فرمایا، انہیں کو ام المساکین بھی کہا جاتا ہے، آپ ﷺ سے قبل یہ طفیل بن حارث کے نکاح میں تھیں۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات میں سب سے پہلے ان ہی کی وفات ہوئی۔

ہجرت کے چوتھے سال آپ ﷺ نے ام سلمہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم سے نکاح فرمایا، ۵۹ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

پانچویں سال آپ ﷺ نے زینب بنت جحش بن رئاب بن یعمر ابن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ سے نکاح فرمایا، آپ ﷺ سے پہلے یہ زید بن حارثہ، آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام کے نکاح میں تھیں، ۲۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

پھر آپ ﷺ نے صفیہ بنت حیی بن اخطب کو ساتویں ہجری میں اپنے لیے خاص کیا، یہ بنی اسرائیل میں سے تھیں، آپ سے پہلے یہ کنانہ بن ابی حقیق کے نکاح میں تھیں، آپ ﷺ کی قیدی بن کر آئیں تو آپ ﷺ نے اپنے خصوصی حصے میں انہیں لیا، انہیں آزاد کیا اور ان سے نکاح فرمایا، ۵۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

اس سال کے آخر میں آپ ﷺ نے ام حبیبہ بنت ابی سفیان بن حرب سے نکاح فرمایا، آپ سے پہلے یہ عبید اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں، انہوں نے اپنے شوہر سمیت حبشہ ہجرت کی تھی، ان کے شوہر عبید اللہ بن جحش کا انتقال ہوگیا تو آپ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کے پاس ان کے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا، اس ملک میں یہی ان کے سرپرست تھے، اس لیے کہ یہ بادشاہ تھے اور اس شہر کا کوئی اور والی بھی نہیں تھا، اور بادشاہ ہر اس شخص کا سرپرست ہوتا ہے جس کا کوئی سرپرست نہ ہو۔ پیغام نکاح اور دیگر امور کے انجام دہی کی ذمے داری سعید بن عاص پر تھی، ان کا حقیقی سرپرست اس وقت دور تھا، چناں چہ ام حبیبہ جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ سے آپ ﷺ کی طرف روانہ ہوئیں، ۴۴ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

بعد ازاں آپ ﷺ نے میمونہ بنت حارث بن حزن بن بجیر بن ہرم بن رویبہ بن عبداللہ بن عامر بن صعصعہ سے نکاح فرمایا، آپ سے پہلے یہ ابورہم بن عبدالعزیٰ جو بنی عامر بن لوی سے تھے، کے نکاح میں تھیں ۸۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ یہ عبداللہ بن عباس کی خالہ تھیں، اس لیے کہ عباس کی والدہ ام فضل ان کی بہن تھیں۔

پھر آپ ﷺ نے جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار مصطلقیہ سے نکاح فرمایا، آپ سے پہلے یہ صفوان بن تمیم کے نکاح میں تھیں، غزوۂ بنی مصطلق میں آپ ﷺ نے انہیں قیدی بنایا، یہ ثابت بن قیس بن شماس کے حصے میں آئیں، آپ ﷺ نے ان سے خرید کر انہیں آزاد کیا۔ جویریہ کی وفات ربیع الاول سنہ ۵۶ھ میں ہوئی، ان کی نمازِ جنازہ مروان بن حکم نے پڑھائی۔

آپ ﷺ نے اسما بنت نعمان جونیہ سے نکاح فرمایا، شب عروسی نہیں فرمائی اور انہیں طلاق دے دی۔ انہیں ان کے گھر روانہ کردیا گیا۔

آپ ﷺ نے فاطمہ بنت ضحاک بن سفیان کلابیہ سے نکاح فرمایا، آپ کو دیکھ کر فاطمہ نے اللہ کی پناہ مانگی، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: تم نے ایک عظیم ذات کی پناہ حاصل کی، جاؤ اپنے گھر چلی جاؤ۔

ریحانہ بنت عمرو قرظیہ سے آپ ﷺ نے نکاح فرمایا، لیکن ان میں درہم کے بہ قدر سفیدی دیکھی، انہیں طلاق دے دی اور شب عروسی نہیں فرمائی۔ طلاق کے چار ماہ بعد ان کی وفات ہوگئی۔

اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے آپ ﷺ کو ماریہ قبطیہ نامی باندی ہدیہ کی، ان سے آپ کے بیٹے ابراہیم پیدا ہوئے۔

آپ ﷺ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ کے نکاح میں نو خواتین تھیں: عائشہ بنت ابی بکر صدیق، حفصہ بنت عمر بن خطاب، سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس، ام حبیبہ بنت ابی سفیان بن حرب، زینب بنت جحش بن رئاب، ام سلمہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ، میمونہ بنت حارث بن حزن، جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار، صفیہ بنت حیی بن اخطب۔

آپ ﷺ کی سب اولاد خدیجہ بنت خویلد بن اسد سے تھی، سوائے ابراہیم کے کہ وہ ماریہ قبطیہ سے تھے۔

آپ ﷺ کی اولاد میں سے سب سے پہلے عبداللہ پیدا ہوئے، ان کے بعد طاہر، طیب اور قاسم پیدا ہوئے، ایک اور قول کے مطابق: عبداللہ ہی طاہر ہیں۔ یہی آپ ﷺ کی پہلی اولاد ہیں، جن کی وفات کے بعد قریش نے کہا کہ آپ بے اولاد ہوگئے، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ O (۵۸)

یقیناً آپ کا دشمن ہی بے نام ونشاں ہے۔

آپ ﷺ کی بیٹیاں: زینب، ام کلثوم، رقیہ، فاطمہ رضی اللہ عنہن۔

زینب بنت رسول اللہ کی شادی آپ ﷺ نے ابوالعاص بن ربیع سے کی، ان سے امامہ بنت ابی العاص پیدا ہوئیں، یہی وہ بچی ہیں، جنہیں کاندھے پر اٹھا کر آپ ﷺ نماز ادا کر رہے تھے، جب رکوع کرتے تو انہیں زمین پر رکھ لیتے، اور جب کھڑے ہوتے تو اٹھا لیتے۔ امامہ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کا نکاح عتبہ بن ابی لہب سے ہوا۔

کلثوم عتیبہ بن ابی لہب کے نکاح میں تھیں، ان کے والد نے دونوں بیٹوں کو حکم دیا کہ دونوں کو چھوڑ دیں، اس وقت مسلمان خواتین کا مشرکین سے نکاح ناجائز نہیں تھا، نہ مسلمان مردوں کا نکاح مشرک عورتوں سے حرام تھا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو مشرکین ومشرکات سے نکاح کرنے سے منع فرما دیا۔

اس مفارقت کے بعد آپ ﷺ نے رقیہ کا نکاح عثمان بن عفان سے کیا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں تھے، رقیہ عثمان کے ساتھ حبشہ گئیں، وہاں عبداللہ بن عثمان کی ولادت ہوئی، عثمان کی کنیت ان ہی کے نام سے ہے۔ بدر سے آپ ﷺ کے لوٹنے کے وقت عثمان بن عفان کے ہاں رقیہ کی وفات ہوگئی، انہیں مدینے میں دفن کیا گیا، اس لیے کہ عثمان نے آپ ﷺ سے بدر کے معرکے میں رقیہ کی

بیماری کے باعث شرکت نہ کر سکنے کی اجازت لے لی تھی، زید بن حارثہ عقیلی جس دن بدر میں فتح کی خوش خبری لے کر مدینے آئے، اسی روز ان کی وفات ہوئی۔

پھر آپ ﷺ نے ام کلثوم کا نکاح عثمان بن عفان سے فرمایا۔ ان کی وفات ہوئی اور کوئی اولاد نہ ہوئی۔

آپ ﷺ نے فاطمہ کا نکاح علی بن ابی طالب سے مدینے میں پڑھایا، علی سے ان کے بیٹے حسن حسین اور محسن، ام کلثوم اور زینب پیدا ہوئیں، حضرت علی کی حضرت فاطمہ سے یہی پانچ اولادیں ہیں۔

علی نے ام کلثوم کا نکاح عمر سے کیا، ان سے زید اور رقیہ دو اولادیں ہوئیں۔

زید کی موت ایک نامعلوم پتھر لگنے سے ہوئی، رقیہ بنت عمر کا نکاح ابراہیم بن نعیم بن عبداللہ نحام سے ہوا، ان کی ایک بیٹی ہوئی، جو بے اولاد وفات پا گئیں۔

زینب بنت علی کا نکاح عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے ہوا، ان سے جعفر پیدا ہوئے، ان ہی کے نام سے کنیت اختیار کی، اور ام کلثوم اور ام عبداللہ پیدا ہوئیں۔

وفات نبوی کے وقت آپ ﷺ کے مقرر کردہ عاملین صدقات یہ حضرات تھے: عدی بن حاتم اپنی قوم سے، مالک بن نویرہ بنی حنظلہ سے، قیس بن عاصم بنی منقر سے، زبرقان بن بدر بنی سعد سے، کعب بن مالک بن ابی قیس اسلک غفار اور جہینہ سے، ضحاک بن سفیان بنی کلاب سے، عمرو بن عاص عمان سے، مہاجر بن امیہ اہل صنعا سے اور زید بن لبید حضرموت سے۔

حوالے

۱۔ طبری: ج ۳، ص ۱۰۴

۲۔ النساء: ۲۹

۳۔ طبری: ج ۳، ص ۱۱۰

۴۔ طبری: ج ۳، ص ۱۱۲

۵۔ طبری: ج ۳، ص ۱۱۴

۶۔ طبری: ج ۳، ص ۱۱۷

۷۔ الحجرات: ۱۳

۸۔ طبری: ج ۳، ص ۱۲۲

۹۔ طبری: ج ۳، ص ۱۲۳

۱۰۔ مغازی: ج ۳، ص ۸۸۸

۱۱۔ الاعراف: ۱۳۸

۱۲۔ الطبری: ج ۳، ص ۱۲۸

۱۳۔ طبری: ج ۳، ص ۱۲۹

۱۴۔ مغازی: ج ۳، ص ۹۰۷

۱۵۔ مغازی: ج ۳، ص ۹۱۴

۱۶۔ المغازی: ج ۳، ص ۹۳۳

۱۷۔ سیرۃ ابن ہشام میں یہ واقعہ تفصیل سے مذکور ہے۔ ج ۳، ص ۳۱

۱۸۔ التحریم: ۴

۱۹۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: مسند احمد: ج ۱، ص ۳۳

۲۰۔ الاحزاب: ۲۸، ۲۹

۲۱۔ مغازی: ج۳، ص۹۸۳۔ ابن ہشام: ج۳، ص۹۲

۲۲۔ الحجرات: ۱۷

۲۳۔ مغازی: ج۳، ص۲۸۳

۲۴۔ التوبہ: ۹۲

۲۵۔ التوبہ: ۹۰

۲۶۔ طبری: ج۳، ص۱۴۴۔ سیرۃ ابن ہشام: ج۳، ص۳۸

۲۷۔ مغازی: ج۳، ص۱۰۳۱

۲۸۔ الطبری: ج۳، ص۱۴۶۔ سیرہ ابن ہشام: ج۳، ص۴۰

۲۹۔ یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ مسند احمد: ج۳، ص۴۵۷۔ بخاری: ج۳، ص۴۴۔ طبری: ج۳، ص۱۴۷، میں مذکور ہے۔

۳۰۔ التوبہ: ۱۱۷، ۱۱۸

۳۱۔ النور: ۶

۳۲۔ مسند احمد: ج۲، ص۱۹

۳۳۔ السنن الکبریٰ للبیہقی: ج۲، ص۵۴۲۔ طبری: ج۳، ص۱۵۳۔ سیرہ ابن ہشام: ج۳، ص۶۹

۳۴۔ مسند احمد: ج۴، ص۱۹۱

۳۵۔ التوبہ: ۸۴

۳۶۔ مسند احمد: ج۳، ص۲۳

۳۷۔ مسند احمد: ج۳، ص۲۹

۳۸۔ التوبہ: ۳۱

۳۹۔ الاعلیٰ: ۱۴، ۱۵

۴۰۔ الحلیۃ: ج۱، ص۱۶۶۔ مسند احمد: ج۵، ص۲۶۵

۴۱۔ النساء: ۹۵

۴۲۔ مسند احمد: ج۱، ص۴۱۴

۴۳۔ بخاری: ج۱، ص۳

۴۴۔ سنن البیہقی: ج۵، ص۳۳۲

۴۵۔ البقرہ:۱۲۵

۴۶۔ الاخلاص:۱

۴۷۔ الکافرون:۱

۴۸۔ البقرہ:۱۵۸

۴۹۔ مغازی: ج۳،ص۱۱۵۔ مسند احمد: ج۱،ص۱۶۸

۵۰۔ طبری: ج۳،ص۱۸۸

۵۱۔ طبری: ج۳،ص۱۸۸۔ مسند احمد: ج۶،ص۴۳۸

۵۲۔ مسند احمد: ج۲،ص۵۲

۵۳۔ طبری: ج۳،ص۱۹۲

۵۴۔ طبری: ج۳،ص۱۹۷

۵۵۔ الزمر:۳۰

۵۶۔ الانبیا:۳۴

۵۷۔ آل عمران:۱۴۴

۵۸۔ الکوثر:۳